وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن
فی تفسیر کلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور
لندن * ہیوسٹن * نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (009661) فیکس :4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس :4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس : 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس : 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

جلد اوّل

مفسرِ قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

عرضِ ناشر

فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ کی تفسیر ''تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان'' کا اردو ترجمہ اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ یہ جدید عربی تفاسیر میں ایک نہایت ممتاز تفسیر ہے جو حسب ذیل خصوصیات کی حامل ہے

- یہ اسرائیلی اور ضعیف روایات سے پاک ہے۔
- اس میں صرفی ونحوی مباحث اور الفاظ کی لغوی تحقیق سے بھی بالعموم احتراز کیا گیا ہے۔
- احادیث کے حوالوں کا بھی اس میں زیادہ التزام نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا منہج سلفی تفاسیر کے عین مطابق ہے۔
- فقہی اختلافات سے بھی بالعموم گریز کیا گیا ہے۔
- بغیر کسی ادعا کے ربط آیات کا ایسا التزام ہے جو تکلف وتعق سے پاک ہے۔
- نہایت سادہ اور سلیس عربی میں ہر آیت کا مفہوم فاضل مفسر نے اپنی خداداد فہم اور قرآنی بصیرت کی روشنی میں واضح کیا ہے۔
- قصص وواقعات سے عبر وحکم کا استنباط بھی خوب اور نہایت عجیب ہے۔
- اسی طرح بعض آیات سے مسائل کا استنباط واستخراج بھی قابل داد ہے۔
- غیر ضروری اور لاطائل مباحث سے بھی یہ تفسیر پاک ہے۔
- حشو وزوائد اور خواہ مخواہ کی طوالت سے اجتناب کیا گیا ہے۔

مذکورہ خصوصیات کی وجہ سے یہ تفسیر ایک منفرد مقام کی حامل اور عرب علماء میں نہایت مقبول ومعروف ہے۔ انہی خوبیوں کی بنا پر دارالسلام نے اس عربی تفسیر کو اردو قالب میں ڈھالنے کا عزم کیا اور کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد آج اس کا اردو ایڈیشن آپ کے سامنے ہے۔

ترجمے کا کام ایک مشاق، ماہر اور معروف شخصیت جناب پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ (آف ملتان) نے کیا ہے اور نظر ثانی، تنقیح وتہذیب اور حسب ضرورت تعلیق وحواشی کا کام جناب حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

مدیر شعبۂ تحقیق وتصنیف وترجمہ دارالسلام لاہور نے کیا ہے اور تقریباً ڈیڑھ پارے کا ترجمہ مولانا عطاء اللہ ساجد حفظہ اللہ فاضل مدینہ یونیورسٹی' استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے قلم سے ہے۔

اس کی تصحیح اور پروف ریڈنگ میں دارالسلام کے فاضل رفقاء حافظ عبدالرحمان ناصر' مولانا محمد اجمل فاضل مدینہ یونیورسٹی اور پروفیسر ابوانس محمد سرور گوہر حفظہ اللہ نے شب وروز محنت کی ہے۔

اس تفسیر کو نہایت نفیس اور دیدہ زیب بنانے کیلئے ڈیزائننگ سیکشن نے خوب محنت کی ہے خصوصاً محمد عامر رضوان اور محمد ندیم کامران حفظہ اللہ نے شب وروز محنت کی ہے۔

ادارہ ان تمام حضرات کا شکر گزار اور سب کے لیے دعا گو ہے' اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام حضرات کی کاوش ومحنت کو قبول فرمائے اور اس کا بہترین صلہ انہیں دنیا وآخرت میں عطا فرمائے۔ (آمین)

عربی میں اس تفسیر کے متعدد نسخے طبع ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض میں ایک دوسرے سے جزوی اختلافات بھی ہیں' چنانچہ ایک عربی فاضل اور محقق الشیخ عبدالرحمٰن بن معلا اللویحق نے ان تمام نسخوں کا اصل قلمی نسخوں کے ساتھ تقابل کیا جو فاضل مؤلف کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں۔ اور اس کی روشنی میں صحیح اور محقق نسخہ تیار کیا' اسی محقق نسخے کو دارالسلام الریاض نے عربی میں شائع کیا اور اب اسی ایڈیشن کو اردو کا جامہ پہنا کر شائع کیا جارہا ہے۔ اس محقق ایڈیشن میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۸ سے تا آخر سورۃ البقرۃ اور سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۹ تک' فاضل مفسر رحمہ اللہ نے نئے سرے سے تفسیر کی تھی' جو پہلے شائع شدہ ایڈیشن کی تفسیر سے خاصی مختلف تھی۔ اس لیے اس پورے حصے کا ہم نے بھی دوبارہ ترجمہ کروا کے یہ حصہ اس میں شامل کیا ہے تاکہ دارالسلام لاہور کا اردو ایڈیشن بھی اس عربی ایڈیشن کے مطابق ہوجائے جو دارالسلام الریاض (سعودی عرب) نے بڑی محنت اور تحقیق کے بعد شائع کیا ہے۔ اس حصے کے اردو ترجمے کے لیے ہم مولانا عطاء اللہ ساجد حفظہ اللہ فاضل مدینہ یونیورسٹی کے ممنون ومشکور ہیں۔

قرآن مجید کے عربی متن کے ساتھ جو ترجمہ لگایا گیا ہے' وہ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کا تیار کردہ لفظی ترجمہ ہے۔ تفسیر کے ضمن میں جو آیات یا آیتوں کے ٹکڑے ہیں' وہاں کسی مخصوص ترجمے کی پابندی نہیں کی گئی اس لیے متن کے ترجمے اور دوران تفسیر میں آنے والی آیات کے ترجمے میں فرق واختلاف ہے۔ اس کی وضاحت اس لیے ضروری سمجھی گئی ہے تاکہ قارئین کسی ذہنی خلجان کا شکار نہ ہوں۔

قرآن مجید کے متن کی کتابت معروف خطاط علی احمد صابر کے حسن فن کی آئینہ دار اور ان کے موئے قلم کی شہ کار ہے اور تفسیر کے ضمن میں جو آیات یا آیات کے ٹکڑے ہیں' وہ بھی اسی خط میں ہیں۔ اس اہتمام اور کتابت سے ایک تو متن قرآن میں غلطیاں نہ ہونے کے برابر ہیں (ان شاء اللہ) دوسرے' اس سے کتابت کے حسن

میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔

اس کی پہلی جلد دس (۱۰) پاروں پر مشتمل ہے۔ اس اعتبار سے مکمل تفسیر ۳ جلدوں میں ہے۔

حسن کتابت کے ساتھ حسن طباعت کے لیے بھی ادارے نے بڑی محنت کی ہے اور دارالسلام کے روایتی معیار کو اس میں نہ صرف برقرار رکھا گیا ہے بلکہ اس میں کئی گنا اضافہ ہی کیا ہے' جیسا کہ قارئین ہماری اس بات کی تصدیق کریں گے۔ گویا پیکر حسن کو لباس جمیل سے آراستہ کر کے اس کے قامت کی زیبائی اور روئے آبدار کی رعنائی کو خوب سے خوب تر اور فزوں سے فزوں تر کر دیا گیا ہے۔

اس کے حسن میں اضافے ہی کے لیے ادارے نے اسے دو رنگوں میں شائع کیا اور نہایت نفیس دیدہ زیب جلد کا اہتمام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر انداز میں اپنے دین کی خدمت کی توفیق سے نوازے۔ (آمین)

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر دارالسلام الریاض' لاہور

(شوال ۱۴۲۳ھ جنوری ۲۰۰۳ء)

مقدمہ

فضيلة الشيخ عبدالله بن عبدالعزيز بن عقيل حفظه الله

الحمدلله الذى انزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا واشهد ان لااله الا الله وحده لاشريک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وسلم تسليما كثيرا . اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور حکمت سے ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرنے کے لیے اپنی کتاب نازل فرمائی اور اسے اس امت کے لیے ہدایت و برہان قرار دیا' نیز اسے ذکر و تلاوت اور ہر قسم کی راہنمائی کے لیے نہایت آسان بنایا: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر : ١٧/٥٤) اس عظیم کتاب کو فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل فرمایا' پھر اس کی حفاظت اور اس کو تمام نوع بشری تک پہنچانے کا ذمہ لیا' پھر اہل علم کی ایک جماعت کو مقرر کر دیا کہ وہ اس کی تفسیر و توضیح کریں اور اس کے الفاظ و معانی کو لوگوں تک پہنچائیں' تا کہ اس طرح ہدایت کا اتمام اور حجت قائم ہو۔ علماء نے اپنے اپنے علم کے مطابق قرآن عظیم کی بہت سی تفاسیر لکھی ہیں' ان میں سے بعض نے قرآن کے ذریعے سے قرآن کی تفسیر لکھی' بعض نے احادیث و آثار کے ذریعے سے قرآن کی تفسیر کی' بعض نے لغت عرب اور اس کی انواع کو ذریعۂ تفسیر بنایا' اور ان میں سے بعض مفسرین نے صرف احکام کی آیات ہی پر اپنی توجہ کو مرکوز رکھا۔

ہمارے شیخ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ کو تفسیر قرآن میں حظ وافر عطا ہوا تھا اور یہ انہی کی تفسیر تھی جو "تيسير الكريم الرحمٰن في تفسير كلام المنان" کے نام سے موسوم ہوئی' کیونکہ اس تفسیر کی عبارات بہت آسان اور اشارات بہت واضح ہیں۔ جناب موصوف نے اسے نہایت خوبصورت متنوع پیرائے میں لکھا ہے جس میں کوئی پوشیدہ معنی ہے نہ ابہام۔ وہ آیت کے معنی مقصود کو ایسے مختصر اور مفید کلام کے ذریعے سے بیان کرتے ہیں' جو آیت کے معانی اور احکام کا خواہ یہ منطوق ہوں یا مفہوم کسی طوالت کے بغیر مکمل احاطہ کرتا ہے۔

وہ ایسے قصے' اسرائیلیات اور اقوال نقل نہیں کرتے جو ان کے مقصد کو نظر سے اوجھل کر دیں' نہ وہ مختلف اعراب ہی بیان کرتے ہیں' سوائے نہایت شاذ و نادر صورت کے جبکہ اس پر آیت کا معنی موقوف ہو' بلکہ ان کی توجہ ایسی عبارت کے ذریعے سے آیت کے معنی مقصود پر مرتکز رہتی ہے' جسے پڑھنے والا سمجھ لیتا ہے' وہ جب بھی کوئی علمی نکتہ بیان کرتے ہیں وہ درحقیقت اتنا آسان ہوتا ہے کہ محض اس کے الفاظ پڑھ کر اس کے معانی سمجھ میں آجاتے ہیں' انہوں نے عقیدۂ سلف' توجہ الی اللہ' احکام شریعت کے استنباط' قواعد اصول اور فقہی فوائد وغیرہ کو راسخ کرنے کا اہتمام کیا ہے' جو دیگر تفاسیر میں نہیں ملتے' نیز انہوں نے صفات الٰہیہ کی تفسیر کو عقیدۂ سلف کے تقاضوں کے مطابق

بیان کیا ہے، بعض مفسرین کے برعکس جو ان آیات کی تاویل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں نے عنیزہ کی جامع مسجد میں منعقد درس کے حلقوں میں علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کی سماعت کی ہے۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اس تفسیر کو چھاپنے کا مشورہ دیا، چنانچہ مصنف کی زندگی ہی میں پہلے پانچ پاروں کی تفسیر ۱۳۷۵ھ میں مطبع سلفیہ مصر سے طبع ہوئی۔ اس کے بعد ہم نے باقی تفسیر کو چھاپنے کے لیے باہم مشورہ کیا، جن دنوں میں عنیزہ میں قاضی تھا میں نے بھی اس کی طباعت میں بھرپور کوشش کی تو بقیہ تفسیر مصنف کی وفات کے بعد ۱۳۷۶-۷۷ھ میں طبع ہوئی۔ اس کی طباعت مکمل ہو جانے کے بعد لوگوں نے درس و تدریس کے حلقوں میں اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ہم نے اپنے طالب علم بھائیوں اور بیٹوں کو اس تفسیر کی تعلیم دی، اس سے خیر کثیر حاصل ہوا، اس کی واضح عبارات کی وجہ سے ائمہ مساجد نے جماعت میں اس کی تدریس کی۔ اس کے بعد یہ متعدد بار طبع ہوئی مگر تمام طبعات غلطیوں سے خالی نہ تھیں۔

جب تمام طبعات کی یہ حالت تھی، حالانکہ لوگوں کو اس کی سخت ضرورت تھی، تو ہمارے عزیز الشیخ الفاضل عبدالرحمٰن بن معلا اللویحق، استاذ کلیۃ الشریعۃ "**جامعہ امام محمد بن سعود اسلامیہ**" نے اسے قرآن کریم کے حاشیہ پر طبع کرانے کے لیے کمر ہمت باندھی۔ قرآن کریم کے صفحہ کے سامنے تفسیر کا وہ حصہ رکھا گیا ہے جو قرآن کے اس جزء سے متعلق ہے۔ اس ایڈیشن کے ابتدائی نمونے مجھے دکھائے گئے جو مجھے بے حد پسند آئے۔ انہیں دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ امید ہے کہ یہ ایڈیشن کتاب اللہ کو سمجھنے، اس کی تلاوت اور اس کے حفظ کی طرف توجہ میں بہترین مددگار ثابت ہوگا۔ اس طرح قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کے لیے استفادہ کرنا بہت آسان ہو گیا ہے، کیونکہ تفسیر کی بڑی بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی بجائے، سہولت اور سرعت سے اسی صفحہ پر آیت کی تفسیر کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے، نیز اصل نسخہ کی تصحیح اور بہترین طباعت کا اہتمام کیا گیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ہونہار فاضل شیخ عبدالرحمٰن بن معلا اللویحق کی اس بابرکت کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں بہترین جزا سے نوازے، گزشتہ ایڈیشنوں کی طرح اس ایڈیشن کو نفع مند بنائے، نیز اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو بہترین جزا عطا کرے جنہوں نے اس فائدہ مند تفسیر کی طباعت و اشاعت میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تفسیر کے مؤلف اور ان تمام لوگوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ بلاشبہ وہ جواد و کریم ہے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ وصحبہ وسلم۔

عبداللہ بن عبدالعزیز بن عقیل

سابق سربراہ مجلس دائمۂ عدالت عالیہ،

(ریٹائرڈ) رکن مجلس عدالت عالیہ

(سعودی عرب)

مقدمہ

فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين رحمه الله

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على نبينا محمد وعلى آله واصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين. اما بعد!

ہمارے شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ کی تفسیر جو کہ '' **تيسير الكريم الرحمن فى تفسير كلام المنان** '' کے نام سے موسوم ہے، بہترین تفاسیر میں شمار ہوتی ہے، کیونکہ اس کی بہت سی امتیازی خصوصیات ہیں۔

۱۔ اس کی عبارت بہت آسان اور واضح ہے جسے راسخ اہلِ علم اور کم علم رکھنے والے حضرات بھی آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔

۲۔ حشو اور تطویل سے اجتناب کیا گیا ہے، جس میں وقت کے ضیاع اور ذہنی انتشار کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔

۳۔ خلافیات کے ذکر سے گریز کیا گیا ہے، البتہ اگر اختلاف قوی ہے اور اس کو بیان کرنے کی ضرورت ہے، تو اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ قاری کے لحاظ سے یہ امتیازی خصوصیت بہت اہم ہے، کیونکہ اس طرح کسی ایک چیز پر اس کا فہم جم جاتا ہے۔

۴۔ اس میں صفاتِ الٰہیہ کی آیات کے ضمن میں سلف کے منہج کو اختیار کیا گیا ہے، چنانچہ اس میں کسی قسم کی تحریف ہے نہ کوئی ایسی تاویل ہی ہے جو کلامِ الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی مراد کی مخالف ہو۔ اس لئے یہ تفسیر عقیدہ کو واضح اور راسخ کرنے کے لیے بنیاد فراہم کرتی ہے۔

۵۔ آیات جن احکام اور فوائد پر دلالت کرتی ہیں، ان میں نہایت دقیق استنباط کیا گیا ہے۔ بعض آیات میں یہ استنباط نمایاں نظر آتا ہے، مثلاً سورۃ ''المائدہ'' میں آیت وضو جہاں انہوں نے پچاس احکام مستنبط کئے ہیں اور اسی طرح سورۃ ''صٓ'' میں سیدنا داود اور سیدنا سلیمان علیہما السلام کے قصہ میں باریک بینی سے استنباط کیا ہے۔

۶۔ یہ کتاب، تفسیر اور اخلاق فاضلہ کے ضمن میں تربیت کی کتاب ہے جیسا کہ سورۃ ''**الاعراف**'' میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (الاعراف: ۱۹۹/۷) ''(اے نبی) درگزر کرنے کا رویہ اختیار کیجئے، معروف کاموں کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے۔'' میں واضح ہے۔

بنا بریں میں ہر اس شخص کو، جو کتبِ تفسیر کا دلدادہ ہے، مشورہ دیتا ہوں کہ اس کا کتب خانہ اس بلند پایہ تفسیر سے خالی نہ ہو۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس (عظیم تفسیر) کے مؤلف اور قارئین کو نفع پہنچائے۔

اِنَّهٗ كَرِيْمٌ جَوَادٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ

محمد صالح العثيمين

۱۵ رمضان ۱۴۱۶ھ (سعودی عرب)

مُفسّرِ قرآن کے حالاتِ زندگی

ایک شاگرد کے قلم سے

نام‘ نسب‘ پیدائش اور ان کی حالت یتیمی میں پرورش:

آپ کا نام ابوعبداللہ عبدالرحمان بن ناصر بن عبداللہ بن ناصر آل سعدی ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ تمیم سے ہے۔ آپ قصیم کے شہر عنیزہ میں ۱۲ محرم ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۷ء) کو پیدا ہوئے۔

آپ کی والدہ محترمہ اس وقت فوت ہوگئیں جب آپ کی عمر چار برس تھی۔ اور جب آپ کی عمر سات برس ہوئی تو والد مکرم کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس طرح آپ نے حالت یتیمی میں بڑی عمدہ پرورش پائی۔ آپ کی ذہانت وفطانت اور علمی شوق کی وجہ سے صغرسنی ہی میں لوگوں کی نظریں آپ کی طرف اٹھنے لگی تھیں۔

والد محترم کی وفات کے بعد آپ نے پہلے قرآن کریم پڑھا‘ پھر اسے حفظ کیا اور گیارہ سال تک اس میں مہارت وثقاہت حاصل کرتے رہے۔ پھر اپنے شہر کے علماء اور شہر میں موجود بیرونی علماء سے علم حاصل کرنے میں مشغول رہے۔ آپ نے سخت جدوجہد کے ذریعے سے مختلف علمی فنون سے وافر حصہ حاصل کیا۔ اور جب آپ کی عمر ۲۳ برس ہوئی تو مسند تدریس پر متمکن ہوئے۔ اس طرح آپ تعلیم وتعلم میں مصروف رہنے لگے۔ حتیٰ کہ ۱۳۵۰ھ میں عنیزہ میں تعلیم وتدریس کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد کر دی گئی۔ اور تمام متلاشیان علم کے نزدیک آپ معتمد علیہ بن گئے۔

آپ کے مشائخ:

۱۔ سب سے پہلے آپ نے شیخ ابراہیم بن حمد بن جاسر سے استفادہ کیا۔ ان کے بارے میں استاد گرامی فرمایا کرتے تھے کہ وہ بلند مقام حافظ حدیث تھے۔ ان کے تقویٰ اور فقراء سے محبت وہمدردی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ کئی بار کوئی فقیر سردی کے دنوں میں آپ کے پاس آتا تو آپ ذاتی ضرورت اور مالی قلت کے باوجود اپنا ایک کپڑا اتار کر اسے دے دیتے۔

۲۔ شیخ محمد بن عبدالکریم الشبل' ان سے آپ نے فقہ اور علوم عربی وغیرہ پڑھے۔

۳۔ شیخ صالح بن عثمان القاضی (قاضی عنیزہ) ان سے توحید' تفسیر' فقہی اصول وفروع اور علوم عربی میں استفادہ کیا۔ اساتذہ میں سے' سب سے زیادہ استفادہ آپ نے انہی سے کیا اور ان کی وفات تک ان سے وابستہ رہے۔

۴۔ شیخ عبداللہ بن عایض۔

۵۔ شیخ صعب التویجری۔

۶۔ شیخ علی السنانی۔

۷۔ شیخ علی بن ناصر بن وادی' ان سے آپ نے حدیث کا علم سیکھا اور صحاح ستہ پڑھیں اور ان کتابوں کی روایت کی بھی اجازت لی۔

۸۔ شیخ محمد بن عبدالعزیز بن محمد بن عبداللہ بن مانع' ان سے آپ نے عنیزہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔

۹۔ آپ کے اساتذہ میں سے شیخ محمد الشنقیطی ہیں' جو پہلے حجاز میں اور پھر الزبیر میں مقیم رہے۔ جب وہ عنیزہ تشریف لائے تو استاذ مکرم نے ان سے تفسیر' مصطلح الحدیث اور علوم عربی' نحو وصرف وغیرہ پڑھیں۔

اخلاق حمیدہ کی ایک جھلک:

آپ بہترین اخلاق سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ ہر چھوٹے بڑے اور امیر وغریب کے لیے انتہائی متواضع تھے۔ آپ اپنا کچھ وقت ان لوگوں کے ساتھ گزارتے جو آپ کے ساتھ مجلس کے خواہاں ہوتے۔ اس طرح ان کی مجلس ایک علمی بزم بن جاتی۔ کیونکہ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ آپ کی مجلس علمی اور اجتماعی مباحث پر مشتمل ہو تاکہ اہل مجلس کو زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل ہوں۔ اس طرح ان کی عام مجالس بھی عبادت اور علمی مجالس بن جاتیں۔ آپ ہر شخص سے اس کے مناسب حال کلام فرماتے اور اس کے ساتھ دنیا وآخرت کے نفع بخش مواقع کی تلاش میں رہتے۔ آپ نے کئی مواقع پر فریقین کے جھگڑے انصاف کے ساتھ حل فرمائے۔

آپ فقراء' مساکین اور غرباء پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ خود بھی حسب استطاعت ان کی مالی معاونت کرتے اور اہل خیر سے بھی ان کی معاونت کا تقاضا کرتے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں معروف تھے۔

آپ اپنے تمام اعمال میں' ادب واحترام' عفت وعصمت' پارسائی اور حزم واحتیاط میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

آپ لوگوں میں سب سے بہترین معلم، سمجھانے میں سب سے بلیغ اور اوقات تعلیم کو مرتب کرنے والے تھے۔ آپ فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کے افکار کو جلا بخشنے کے لیے ان کے درمیان مناظرے کرواتے۔ اور متون کے حفظ پر خصوصی انعامات سے نوازتے۔ اور آپ کی عطا سے کوئی طالب علم محروم نہ رہتا۔ آپ اپنے شاگردوں سے مفید درسی کتب کے انتخاب میں مشورہ کرتے اور اکثریت کی رائے کو ترجیح دیتے، اگر رائے دہندگان برابر برابر ہو جاتے تو فیصلہ کن رائے آپ کی ہوتی۔ آپ کے شاگرد طویل تعلیمی اوقات سے اکتاتے نہیں تھے کیونکہ وہ آپ کی مجالس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اسی لیے آپ سے سند فراغت حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی طویل زندگی سے نفع عطا فرمائے، ہمارے اور ان کے اوقات میں برکت دے اور ہمیں اور ان کو باقی رہنے والے نیک اعمال کا زادِ راہ عطا فرمائے۔

علمی مقام و مرتبہ:

آپ فقہ اور اس کے اصول و فروع میں کامل معرفت رکھتے تھے۔ ابتدا میں آپ اپنے اساتذہ کے اتباع میں مذہب حنابلہ کے پیروکار تھے۔ آپ نے مذہب حنبلی کے بعض متون حفظ کیے اور شروع شروع میں فقہ میں ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ تقریباً چار سو اشعار پر مشتمل ایک رجزیہ نظم لکھی اور اس کی مختصر شرح کی، لیکن اس کتاب کی اشاعت کو آپ نے پسند نہ فرمایا کیونکہ یہ ان کے ابتدائی مسلک کے موافق تھی۔

آپ نے زیادہ تر استفادہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید ابن القیم رحمہ اللہ علیہما کی کتابوں سے کیا، اور ان دو ہستیوں سے آپ کو علم اصول، توحید، تفسیر، فقہ اور دوسرے نفع بخش علوم میں بہت ساری خیر و برکت نصیب ہوئی۔ مذکورہ دو شیوخ کی کتابوں سے روشنی حاصل کرنے کے بعد آپ مذہب حنبلی کے پابند نہ رہے بلکہ دلیل شرعی سے راجح قرار پانے والے مسئلے ہی کو ترجیح دینے لگے۔

آپ بعض متعصب لوگوں کی طرح علمائے مذاہب پر طعن و تشنیع نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں واضح حق کی ہدایت نصیب فرمائے۔

آپ کو تفسیر میں ید طولیٰ (کمال مہارت) حاصل تھا، اس لیے کہ آپ کا مطالعۂ تفاسیر خاصا وسیع اور نہایت گہرا تھا، آپ نے کئی جلدوں میں جلیل القدر تفسیر تالیف فرمائی ہے اور آپ نے عدیم الفرصتی کی وجہ سے یہ کام بغیر کتابوں کے فی البدیہہ انداز میں کیا ہے۔ اور جب شاگرد قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو آپ فی البدیہہ تفسیر کرتے، قرآن کریم کے معانی اور فوائد وضاحت سے بیان فرماتے، قرآن سے نادر فوائد اور شاندار معانی کا استنباط کرتے، حتیٰ کہ سامع آپ کی فصاحت و بلاغت، موثر الفاظ کے استعمال، دلائل، قصص میں آپ کی

وسعت علمی کی وجہ سے خواہش کرتا کہ آپ بیان ہی کرتے رہیں۔

جن لوگوں نے آپ کی مجلس اختیار کی' آپ سے پڑھا اور آپ کے ساتھ بحث وتمحیص کی وہ آپ کی منزلت علمی سے واقف ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں نے آپ کی تصنیفات اور فتاویٰ پڑھے وہ بھی آپ کے علمی مقام کے معترف ہیں۔

تالیفات:

آپ کی تالیفات بہت زیادہ ہیں' ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ **تفسیر القرآن الکریم المسمی ''تیسیر الکریم الرحمن ''** اسے ۱۳۴۴ھ میں مکمل فرمایا' اور یہ تفسیر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

۲۔ ''**حاشیة علی الفقه**'' مذہب حنبلی میں مستعمل تمام کتب پر استدراک ہے۔ (طبع نہیں ہوئی)

۳۔ ''**ارشاد أولی البصائر والالباب لمعرفة الفقه باقرب الطرق وایسر الاسباب**'' اس کتاب کو سوالاً جواباً مرتب کیا۔ یہ کتاب ۱۳۶۵ھ میں دمشق کے مطبع ترقی سے مؤلف کے خرچ پر طبع ہو کر مفت تقسیم ہوئی۔

۴۔ ''**الدرة المختصرة فی محاسن الاسلام**'' **مطبع انصار السنة** سے ۱۳۶۶ھ میں طبع ہوئی۔

۵۔ ''**الخطبة العصرية القيمة**'' جب عنیزہ شہر کی مسند خطابت آپ کے سپرد ہوئی تو آپ کوشش کرتے کہ جمعہ اور عیدین کے خطبہ میں ایسے موضوعات پر خطبہ دیں جو حالات حاضرہ کے موافق اور لوگوں کی ضروریات کے مطابق ہوں۔ پھر ان خطبوں کو جمع کر کے ''**الدرة المختصرة**'' کے ساتھ مطبع **انصار السنة** سے اپنے خرچ پر طبع کروا کر مفت تقسیم کیا۔

۶۔ ''**القواعد الحسان لتفسیر القرآن**'' **مطبع انصار السنة** سے ۱۳۶۶ھ میں طبع کروا کر مفت تقسیم کی۔

۷۔ ''**تنزیه الدین و حملته ورجاله' ممافتراه القصیمی فی اغلاله**'' مطبع دار احیاء الکتب العربیہ سے عالی مرتبت شیخ محمد افندی نصیف کے خرچ پر ۱۳۶۶ھ میں طبع ہوئی۔

۸۔ ''**الحق الواضح المبین' فی شرح توحید الانبیاء والمرسلین**۔''

۹۔ ''**توضیح الکافیة الشافیة**'' یہ کتاب شیخ ابن القیم کے قصیدۂ نونیہ کی شرح کی طرح ہے۔

۱۰۔ ''**وجوب التعاون بین المسلمین' و موضوع الجهاد الدینی**'' یہ آخری تین کتابیں' مؤلف

کے خرچ پر مطبع سلفیہ قاہرہ سے طبع ہوئیں اور مفت تقسیم کی گئیں۔

۱۱۔ ''القول السدید فی مقاصد التوحید۔''مصر کے مطبع الامام سے، عبدالمحسن ابابطین کے خرچ پر ۱۳۶۷ھ میں طبع ہوئی۔

۱۲۔ ''مختصر فی اصول الفقه۔''(طبع نہیں ہوئی)

۱۳۔ ''تیسیر اللطیف المنان فی خلاصة تفسیر القرآن ''مطبع الامام سے استاذ محترم اور اہل خیر کی ایک جماعت کے تعاون سے طبع ہوئی اور مفت تقسیم کی گئی۔

۱۴۔ ''الریاض الناضرة''پہلی مرتبہ مطبع الامام سے طبع ہوئی۔

۱۵۔ ان کے علاوہ آپ کی بے شمار غیر مرتب تحریریں اور فتاویٰ ہیں جو اندرون اور بیرون شہر سے انہیں موصول ہوتے تھے اور آپ ان کے جوابات دیتے تھے۔اس کے علاوہ بہت سی ایسی کتابوں پر آپ کی تعلیقات ہیں جو آپ کے زیر مطالعہ رہیں۔

آپ کی تحریر میں بڑی روانی تھی اسی لیے آپ نے بہت سی کتب اور فتاویٰ لکھے۔آپ کی تحریروں میں ابن عبدالقوی کی مشہور نظم کا حاشیہ بھی ہے۔آپ نے اس کی مستقل شرح لکھنے کا ارادہ کیا لیکن اسے اپنے لیے پر مشقت دیکھ کر اپنے ہاتھ سے اس پر حاشیہ لکھا تاکہ اسے سمجھنا آسان ہوجائے۔اس طرح یہ حاشیہ شرح کا قائم مقام ہوگیا۔اسی لیے ہم نے اسے شیخ کی مستقل تصانیف میں درج نہیں کیا۔

تالیف کی غرض وغایت:

آپ کا تصنیف وتالیف کا مقصد علم کی نشرواشاعت اور دعوت حق ہے۔اسی لیے آپ کتابیں لکھتے اور افادۂ عام کے لیے انہیں حسب استطاعت طبع کرواکر مفت تقسیم فرماتے اور ان سے عارضی اور دنیوی مال ومتاع حاصل نہ کرتے۔اللہ تعالیٰ انہیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور باری تعالیٰ ہمیں اپنی رضا والے کاموں کی توفیق دے۔(آمین)

وفات:

آپ نے علم کی خدمت میں تقریباً ۶۹ برس کی طویل عمر گزاری اور قصیم کے شہر عنیزہ میں ۱۳۷۶ھ(۱۹۵۶ء) میں وفات پائی۔اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔(آمین)

❁ ❁ ❁

مقدمۂ مُفسّر

ہر قسم کی حمد وثنا کی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا' جو حلال و حرام' خوش بخت و بد بخت اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرتا ہے۔ اسے کفر وضلالت اور معاصی و جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر اور اہل تقویٰ مومنین کے لیے خاص طور پر نور ایمان اور علم و تقویٰ کی طرف راہ نمائی کرنے والا قرار دیا اور اسے قلب کے شبہات و شہوات کے جملہ امراض کی شفا کے طور پر نازل فرمایا۔ اس کے ذریعے سے مقاصد عالیہ میں علم و یقین حاصل ہوتا ہے اور ابدان کو علل و امراض اور آلام و اسقام سے شفا ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کتاب عظیم میں کسی بھی پہلو سے کوئی شک وشبہ نہیں' کیونکہ یہ اپنی اخبار اور اوامر و نواہی میں حق عظیم پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت والی کتاب بنا کر بھیجا ہے جس کے اندر خیر کثیر' علم کی گہرائی' گونا گوں اسرار و رموز اور بلند مقاصد پنہاں ہیں۔ پس دنیا و آخرت کی ہر برکت و سعادت صرف اسی کو راہ نما بنا کر اور اس کی پیروی کر کے ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ یہ کتاب گزشتہ کتابوں کی تصدیق اور نگہبانی کرتی ہے اس لیے جس کے حق ہونے کی یہ گواہی دے صرف وہی حق ہے اور جس کو یہ رد کر دے وہ مردود ہے' کیونکہ یہ گزشتہ کتب الٰہی کی ہدایت کو نہ صرف متضمن ہے' بلکہ یہ مزید ہدایت پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾ (المائدہ: ۱۶/۵) ''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے سے ان لوگوں کی سلامتی کے راستوں کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو اس کی خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں۔'' پس اللہ تعالیٰ ہی سلامتی کے گھر کی طرف راہ نمائی کرنے والا' اس گھر تک پہنچنے والے راستے کو واضح کرنے والا' اس راستے پر چلنے کے لیے آمادہ کرنے والا اور اس پر رواں دواں رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان راستوں سے آگاہ فرماتا ہے اور ان سے ڈراتا ہے جو انسان کو آلام و مصائب کی طرف لے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿كِتَٰبٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ (ھود: ۱/۱۱) ''یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات کو محکم کیا گیا پھر ان کو کھول کھول کر بیان کیا گیا' ایک دانا اور خبردار ہستی کی طرف سے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم کی آیات کو پوری طرح واضح فرمایا اور ہر طرح سے محکم اور

مضبوط کیا۔ حق و باطل اور رشد و ضلالت کے درمیان امتیاز کرتے ہوئے ان آیات کو اس طرح کھول کھول کر بیان کیا کہ التباس کے تمام پردے ہٹا دیے' کیونکہ یہ کتاب ایک دانا اور خبردار ہستی کی طرف سے آئی ہے۔ بنا بریں یہ عظیم کتاب حق و صداقت اور یقین کے سوا کسی چیز کی خبر نہیں دیتی' عدل و احسان اور نیکی کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتی اور دین و دنیا میں نقصان دہ امور کے سوا کسی چیز سے نہیں روکتی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی اور اسے (مَجِیْدٌ) کی صفت سے موصوف فرمایا ہے۔ (اَلْمَجْدُ) سے مراد تمام اوصاف کی وسعت اور ان کی عظمت ہے۔ قرآن ان اوصاف سے اس لیے متصف کیا گیا ہے' کیونکہ قرآن کے معانی اور ان کی عظمت ان تمام اوصاف پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو (ذُو الذِّكْر) کہہ کر اس کا وصف بیان فرمایا ہے' یعنی اس میں علوم الٰہیہ' اخلاق جمیلہ اور اعمال صالحہ کا ذکر ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (یوسف:۱۲/۲) ''ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے شاید کہ تم سمجھو'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے عربی زبان میں نازل فرمایا' تاکہ ہم اسے سمجھ سکیں اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں غور و فکر کریں اور اس کے علوم کا استنباط کریں' کیونکہ غور و فکر ہی ہر خیر کی کنجی ہے اور غور و فکر ہی سے علوم و اسرار حاصل ہوتے ہیں۔

پس ہر قسم کی حمد و مدح اور شکر و ثنا اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کہ اس نے اپنی کتاب کو ہدایت و شفا' رحمت و نور' چشم بینا عطا کرنے والی' یاددہانی کرانے والی' عبرت' برکت اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری بنایا ہے۔

جب یہ حقیقت معلوم ہوگئی تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ مکلف اس کے معانی کی معرفت اور اس سے راہ نمائی حاصل کرنے کا محتاج ہے۔

بندے پر فرض ہے کہ وہ قرآن سیکھنے اور اس کو سمجھنے کے لیے پوری کوشش اور جدوجہد سے کام لے اور اس منزل تک پہنچنے کے لیے آسان اور قریب ترین ذرائع استعمال کرے۔

ائمہ تفسیر رحمۃ اللہ علیہم نے قرآن کریم کی بہت سی تفاسیر لکھی ہیں۔ ان میں سے کچھ تفاسیر بہت طویل اور ضخیم ہیں اور ان کے اکثر مباحث مقصد سے ہٹے ہوئے ہیں۔ کچھ تفاسیر انتہائی مختصر ہیں جن میں مفہوم مراد سے قطع نظر صرف لغوی الفاظ کی توضیح و تشریح پر اکتفا کیا گیا ہے' حالانکہ اس سلسلے میں مناسب یہ ہے کہ معانی کو مقصد بنایا جائے اور الفاظ ان معانی کے حصول کا وسیلہ ہیں۔ اس لیے سیاق کلام میں غور کیا جائے کہ اس کا مقصد سیاق کیا ہے' پھر دیگر مقامات پر اس کی نظائر کے ساتھ اس کا تقابل کیا جائے' تب معلوم ہوگا کہ اس کا مقصد سیاق تمام مخلوق کی ہدایت ہے' خواہ وہ عالم ہوں یا جاہل' شہری ہوں یا بدوی۔ پس آیات کے اسالیب میں غور و فکر کے ساتھ ساتھ

نزول قرآن کے وقت رسول اللہ ﷺ کے احوال، آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور دشمنوں کے ساتھ آپ کی سیرت کا علم سب سے بڑا ذریعہ ہے جو معرفت معانی اور فہم مراد کے حصول میں مدد دیتا ہے۔ خاص طور پر جب اس کے ساتھ مختلف علوم عربیہ کو شامل کرلیا جائے (تو فہم قرآن آسان تر ہو جاتا ہے)

جسے ان امور کی توفیق عطا کر دی گئی ہو، تو اس کے سامنے قرآن میں تدبر و تفہم، اس کے الفاظ و معانی اور ان کے لوازم منطوق و مفہوم کے اعتبار سے ان کی دلالت پر بکثرت غور و فکر کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ پس جب وہ اس بارے میں پوری کوشش کرتا ہے، تو رب تعالیٰ اپنے بندے سے زیادہ کریم ہے، وہ اپنے بندے پر علوم قرآن کے ایسے امور منکشف کرتا ہے جنہیں وہ اکتسابی طور پر حاصل نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے بھائیوں پر احسان فرمایا اور ہمارے احوال کی مناسبت سے ہمیں اپنی کتاب عزیز میں مشغول رہنے کی توفیق سے نوازا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں حسب توفیق کتاب اللہ کی تفسیر لکھوں جو فہم قرآن کے حصول کے خواہشمندوں کے لیے یاددہانی، بصیرت کے متلاشیوں کے لیے ذریعۂ بصیرت اور اصحاب سلوک کے لیے معونت ہو اور اس کے ضائع ہونے کے ڈر سے میں اس کو ضبط تحریر میں لے آیا ہوں۔

اس تفسیر میں میرا مقصد معنی مقصود کے سوا کچھ نہیں اور اس معنی کے حصول کے لیے میں الفاظ کی تحلیل اور ان کے عقدہ کشائی میں مشغول نہیں ہوا، کیونکہ اس میدان میں مفسرین کی کاوشوں نے بعد میں آنے والوں کو بے نیاز کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر سے نوازے۔

میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں، اور وہی میرا سہارا ہے، کہ وہ میرے مقصد کے حصول کو میرے لیے آسان کرے گا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اس مقصد کے حصول کو آسان نہ بنائے تو اس کو حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ فرمائے تو بندے کے پاس اپنی آرزوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کاوش کو اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائے اور اس کے نفع کو عام کرے وہ بڑا سخی اور کریم ہے۔

اللّٰھم صل علی محمد و آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا.

❁❁❁

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف

بدائع الفوائد

میں سے تفسیرِ قرآن سے متعلق چند اہم فوائد

فصل: علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نکرہ سیاقِ نفی میں عمومیت کا فائدہ دیتا ہے یہ اصول اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مستفاد ہے۔﴿ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ (الکھف:۱۸/۴۹) ''آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔'' ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾ (السجدہ:۳۲/۱۷) ''کوئی جان نہیں جانتی کہ ان کے لیے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپائی گئی ہے۔''

نکرہ سیاق استفہام میں عمومیت کا فائدہ دیتا ہے۔ یہ اصول اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے۔﴿ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴾ (مریم:۱۹/۶۵) ''کیا تم اس کا کوئی ہم نام جانتے ہو؟''

نکرہ اسلوبِ شرط میں عمومیت کا فائدہ دیتا ہے۔ یہ اصول اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشادات سے مستفاد ہے۔

﴿ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ﴾ (مریم:۱۹/۲۶) ''اگر تو کسی آدمی کو دیکھے'' ﴿ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ ﴾ (التوبہ:۹/۶) ''اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ کا طلب گار ہو۔''

نکرہ سیاق نہی میں عمومیت کا فائدہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ ﴾ (ھود:۱۱/۸۱) ''تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے۔''

نکرہ سیاق اثبات میں عموم علت اور مقتضی کا فائدہ دیتا ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴾ (التکویر:۸۱/۱۴) ''تب ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔''

جب نکرہ کے ساتھ (کُلّ) کو مضاف بنالیا جائے تو اس سے عمومیت مستفاد ہوتی ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴾ (ق: ۲۱/۵۰) ''ہر شخص کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا (فرشتہ) ہوگا۔''

نکرہ کی عمومیت' عموم مقتضیٰ کا فائدہ دیتی ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴾ (الشمس: ۷/۹۱) ''اور انسان کی قسم اور اس کی جس نے اسے نک سک سے درست کیا۔''

فصل: اگر مفرد کے ساتھ لام معرفہ ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴾ (العصر: ۲/۱۰۳) ''بے شک انسان خسارے میں ہے''۔ اور فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ ﴾ (النبا: ۴۰/۷۸) ''اور کافر کہے گا۔''

اور اگر مفرد مضاف ہو تو اس سے عموم مستفاد ہوتا ہے' مثلاً فرمایا: ﴿ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ ﴾ (التحریم: ۱۲/۶۶) ''اور ایک دوسری قراءت کے مطابق (وکتابه) ''اس نے اپنے رب کی تمام باتوں کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی'' --- دیگر قراءت کے مطابق --- اس کی کتاب کی تصدیق کی۔'' امام حفص رحمہ اللہ اور بصرہ کے قاریوں نے اسے جمع (وکتبه) پڑھا ہے اور دیگر قاریوں نے اسے واحد ﴿ وکتابه ﴾ ''پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ﴾ (الجاثیه: ۲۹/۴۵) ''یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے بارے میں ٹھیک ٹھیک بیان کر دے گی'' اس سے مراد وہ تمام کتابیں ہیں جن میں انسانوں کے اعمال محفوظ کیے گئے ہیں۔

اور جب جمع کے ساتھ لام معرفہ شامل ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتی ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴾ (المرسلات: ۱۱/۷۷) ''جب رسول مقرر کے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ ﴾ (الاحزاب: ۷/۳۳) ''اور جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا عہد لیا۔'' مثلاً فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ﴾ (الاحزاب: ۳۵/۳۳) ''تمام مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔''

اور مضاف عموم کا فائدہ دیتا ہے' مثلاً ﴿ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ﴾ (البقرہ: ۲۸۵/۲) ''ہر ایک ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔''

ادوات شرط سے عموم مستفاد ہوتا ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴾ (طٰہٰ: ۱۱۲/۲۰) ''پس جو کوئی نیک کام کرے گا اور وہ مومن بھی ہوگا تو اسے کسی ظلم کا ڈر ہوگا نہ کسی نقصان کا خدشہ۔'' ارشاد ہے: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴾ (الزلزال: ۷/۹۹) ''جو کوئی ذرہ بھر بھلائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔'' اور فرمان ہے: ﴿ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

(البقرۃ:۲/ ۱۹۲) ''تم جو نیکی بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ﴾ (النساء: ٤ / ٧٨) ''تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تم کو پالے گی۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ (البقرہ:۲/ ۱۴۴،۱۵۰) ''اور جہاں کہیں بھی تم ہو اس کی طرف منہ پھیر لو۔'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ (الانعام:٦/٦٨) ''جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں کے بارے میں بے ہودہ باتیں کرتے ہیں تب آپ ان سے الگ ہو جائیں۔'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ (الانعام:٦/ ٥٤) ''جب وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں آپ کے پاس آئیں تو ان سے کہہ دیں تم پر سلامتی ہو تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر لی ہے۔'' یہ اس وقت ہے جب جواب طلب کے طور پر ہو۔ اگر شرط کا جواب ماضی میں ہو تب عموم لازم نہیں ہوتا' مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا﴾ (الجمعہ:٦٢/ ١١) ''جب یہ لوگ کوئی تجارت یا کوئی کھیل تماشہ دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔'' فرمایا: ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (المنافقون:٦٣/ ١) ''جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' جب شرط کا جواب مستقبل میں ہو تو عموم کی طرف لوٹانے کو لازم قرار دیا ہے' مثلاً ﴿وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾ (المطففین: ٨٣ / ٣) ''جب وہ لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔'' ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ﴾ (المطففین:٨٣/ ٣٠) ''وہ جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے۔'' ﴿اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (الصافات:٣٧/ ٣٥) ''بے شک جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔'' اور کبھی یہ اسلوب عموم کا فائدہ نہیں دیتا۔ ﴿وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ﴾ (المنافقون:٦٣/ ٤) ''جب آپ ان کو دیکھتے ہیں تو ان کے جسم آپ کو اچھے لگتے ہیں۔''

فصل: امرِ مطلق سے وجوب اس صورت میں مستفاد ہوتا ہے کہ اس امر کی مخالفت کرنے والے کی مذمت کی گئی ہو' ایسے شخص کو نافرمان گردانا گیا ہو اور اس امر کی مخالفت پر کوئی دنیاوی سزا یا اخروی عذاب مرتب ہوتا ہو۔''

نہی مطلق سے تحریم اس صورت میں مستفاد ہوتی ہے کہ اسکے مرتکب کی مذمت کی گئی ہو' اسے نافرمان گردانا گیا ہو اور اس کے ارتکاب پر عذاب مرتب ہوتا ہو۔

وجوب کبھی تو محض امر سے مستفاد ہوتا ہے' کبھی وجوب' فرضیت اور لزوم کی تصریح سے اخذ ہوتا ہے اور کبھی لفظ ''عَلٰی'' اور کبھی ''حَقٌّ عَلَی الْعِبَادِ وَعَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ'' جیسے الفاظ وجوب کا فائدہ دیتے ہیں۔

تحریم' نہی سے مستفاد ہوتی ہے' نیز تحریم وحرمت کی تصریح' فعل حرام پر وعید' فاعل کی مذمت اور اس فعل کا کفارہ تحریم کا فائدہ دیتے ہیں۔

(لَا یَنۡبَغِی) کا فقرہ قرآن اور رسول ﷺ کی لغت میں عقلا اور شرعاً ممانعت کے لیے ہے۔ اسی طرح (مَا كَانَ لَهُمْ كَذَا وَ كَذَا، لَمْ يَكُنْ لَهُمْ) فعل پر حد کا مرتب ہونا' (لَا يَحِلُّ) اور (لَا يَصْلُحُ) کا فقرہ' فعل کو فساد سے متصف کرنا' نیز یہ کہ فعل مذکور شیطان کی طرف سے آراستہ کیا گیا اور شیطانی فعل ہے' اللہ تعالیٰ کا اس فعل کو پسند نہ کرنا' بندوں کے لیے اس فعل پر راضی نہ ہونا' اس کے فاعل کو پاک نہ کرنا' اس کے ساتھ کلام نہ کرنے اور اس کی طرف نہ دیکھنے کی وعید سنانا اور اس قسم کے تمام اسالیب تحریم کے لیے ہیں۔

فعل کے ارتکاب کی اجازت واختیار' اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد اس کے فعل کا حکم دینا' اس فعل پر گناہ' حرج اور مواخذے کی نفی' اس بات کی خبر کہ اللہ تعالیٰ اس کے مرتکب کو معاف کر دیتا ہے' زمانہ وحی میں مرتکب کو اس فعل پر باقی رکھنا' اس شے کو حرام ٹھہرانے والے کا انکار کرنا' اس بات کی خبر دینا کہ یہ تمام اشیاء ہمارے لیے تخلیق کی گئی ہیں اور انہیں ہمارے لیے بنایا گیا ہے اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا اپنے احسان کا ذکر کرنا' سابقہ امتوں کے کسی فعل کی اس کے مرتکب کی مذمت کیے بغیر خبر دینا --- اباحت کا فائدہ دیتا ہے۔

اگر اس کی خبر کسی ایسی مدح کے ساتھ مقرون ہو جو اس کے راجح ہونے پر دلالت کرتی ہو تو استحباب اور وجوب کا فائدہ دیتی ہے۔

فصل: ہر وہ فعل جس کی اللہ اور اس کے رسول نے تعظیم کی ہو' یا اس کی مدح کی ہو یا اس فعل کی وجہ سے اس کے فاعل کی مدح کی ہو یا اس فعل پر فرحت کا اظہار کیا ہو یا اس فعل کو پسند کیا ہو یا اس کے فاعل کو پسند کیا ہو یا اس فعل اور اس کے فاعل پر رضا کا اظہار کیا ہو یا اس فعل کو پاک' بابرکت اور اچھا ہونے کی صفت سے متصف کیا ہو یا اس فعل کو دنیا و آخرت میں اللہ کی محبت اور ثواب کا سبب قرار دیا ہو یا اس فعل کو اس بات کا سبب قرار دیا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس فعل پر اپنے بندے کو یاد کرتا یا اس کا قدر دان ہوتا ہے یا وہ اسے اپنی ہدایت سے نوازتا ہے' یا اس کے فاعل کو راضی کرتا ہے یا اس فعل کے فاعلین کو پاکیزگی کی صفت سے موصوف کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس فعل کا یہ وصف بیان کرتا ہے کہ یہ معروف ہے یا اس کے فاعل سے حزن وخوف کی نفی کرتا ہے یا اس فعل پر امن کا وعدہ کرتا ہے یا اس فعل کو اپنی ولایت وسرپرستی کا سبب قرار دیتا ہے یا وہ اس فعل کے بارے میں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ انبیاء ورسل نے اس فعل کے حصول کی دعا مانگی ہے یا اس کو تقرب الٰہی کا ذریعہ قرار دیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس فعل یا اس کے فاعل کی قسم کھائی ہو' مثلاً اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں اور ان کے گرد اڑانے کی قسم کھائی ہے' یا یہ بات بتائی گئی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس فعل کے فاعل پر ہنسا' یا اللہ تعالیٰ کو یہ فعل اچھا لگا --- یہ تمام امور اس کی مشروعیت کی

دلیل ہیں اس میں وجوب اور ندب دونوں مشترک ہیں۔

فصل: ہر وہ فعل جس کو ترک کرنے کا شارع نے مطالبہ کیا ہو یا اس کے فاعل کی مذمت کی ہو یا اس کو معیوب قرار دیا ہو یا اس کے فاعل پر ناراضی کا اظہار کیا ہو یا اس پر لعنت بھیجی ہو یا اس سے اور اس کے فاعل سے اپنی محبت کی نفی کی ہو یا اس سے اور اس کے فاعل سے اپنی رضا کی نفی کی ہو یا اس کے فاعل کو جانوروں سے تشبیہ دی ہو یا اس فعل کو ہدایت سے مانع قرار دیا ہو یا اس کو برائی اور کراہت سے موصوف کیا ہو یا انبیائے کرام نے اس فعل سے پناہ مانگی ہو یا اسے برا سمجھا ہو یا اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو فلاح کی نفی کا سبب قرار دیا ہو یا دنیا وآخرت کے عذاب کا باعث قرار دیا ہو یا اسے کسی مذمت وملامت یا گمراہی ونافرمانی کا ذریعہ بتایا ہو یا اس کو خبث، رجس اور نجس کے اوصاف سے متصف کیا ہو یا اسے فسق اور گناہ کہا ہو یا اسے گناہ اور رجس یا لعنت اور غضب یا زوال نعمت کا سبب قرار دیا ہو یا اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی، کسی حد یا قساوت اور رسوائی، یا کسی جان کے مقید ہونے یا اللہ تعالیٰ کی عداوت، اس کے ساتھ جنگ یا اس کے ساتھ تمسخر واستہزاء کا باعث قرار دیا ہو یا اسے فاعل کے نسیان کا سبب بتایا ہو یا اللہ تعالیٰ نے اس فعل پر اپنے آپ کو صبر، حلم اور درگزر کی صفت سے متصف کیا ہو یا بندے کو اس فعل سے توبہ کرنے کے لیے کہا ہو یا اس کے فاعل کو خبث اور حقارت کے اوصاف سے موصوف کیا ہو یا اس فعل کو شیطان یا اس کی زینت کی طرف منسوب کیا ہو یا اس کے فاعل کے بارے میں یہ بتایا ہو کہ اس کا سرپرست شیطان ہے یا اسے کسی قابل مذمت صفت سے متصف کیا ہو مثلاً اسے ظلم وزیادتی، بغاوت یا گناہ کہا ہو یا انبیاء ورسل نے اس فعل اور اس کے فاعل سے براءت کا اظہار کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے فاعل کا شکوہ کیا ہو یا انہوں نے اس کے فاعل کے ساتھ عداوت کا اعلان کیا ہو یا اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے فاعل کے لیے دنیا وآخرت میں ناکامی کا سبب گردانا ہو یا اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے محرومی کا باعث قرار دیا ہو یا اس کے فاعل کو اس وصف سے موصوف کیا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے یا اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے یا اس کے فاعل کے خلاف اللہ اور اس کے رسول نے اعلان جنگ کیا ہو یا اس کے فاعل کو دوسروں کے گناہ کے بوجھ کا حامل بتایا گیا ہو یا اس فعل کے بارے میں (لَا یَنۡبَغِی) ''یہ مناسب نہیں۔'' یا (لَا یَصۡلُحُ) ''ٹھیک نہیں۔'' کا فقرہ استعمال کیا گیا ہو یا اس فعل کے بارے میں سوال کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہو یا اس فعل سے متضاد فعل کا حکم دیا گیا ہو یا اس کے فاعل سے علیحدگی کا حکم دیا گیا ہو (یا اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہو) کہ اس فعل کے فاعلین قیامت کے روز ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کریں گے یا اللہ تعالیٰ نے اس کے فاعل کو ضلالت وگمراہی کی صفت سے موصوف کیا ہو یا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (لَیۡسَ مِنَ اللّٰهِ فِیۡ شَیۡءٍ) ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔'' فرمایا ہو یا اس کے بارے میں کہا گیا ہو کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے نہیں، یا

اسے کسی ایسی حرام چیز سے مقرون کیا گیا ہو جس کی تحریم کا حکم واضح ہو اور خبر واحد میں اس کو بیان کیا گیا ہو یا اس سے اجتناب کو فوز وفلاح کا سبب گردانا گیا ہو یا اسے مسلمانوں کے مابین عداوت اور بغض پیدا کرنے کا سبب بتایا گیا ہو یا اس کے فاعل کے بارے میں کہا گیا ہو (هَلْ اَنْتَ مُنْتَهٍ) ''کیا تو باز آئے گا؟'' یا انبیاء ورسل کو اس کے فاعل کے لیے دعا کرنے سے روکا گیا ہو یا اس پر اللہ کی رحمت سے دوری مرتب ہوتی ہو یا اس کے بارے میں (قُتِلَ مَنْ فَعَلَهُ) اور (قَاتَلَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَهُ) ''وہ ہلاک ہوا جس نے یہ کام کیا۔ اللہ اسے ہلاک کرے جس نے یہ کام کیا'' یا اللہ تعالیٰ نے اس کے فاعل کے بارے میں یہ خبر دی ہو کہ (لَا يُكَلِّمُهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَلَا يُزَكِّيْهِ) ''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے گا نہ اس کی طرف دیکھے گا اور نہ اسے پاک کرے گا۔'' یا یہ خبر دی گئی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل کی اصلاح نہیں کرے گا اور اس کے مکر کو راہ یاب نہیں کرے گا یا اس کے بارے میں کہا گیا ہو کہ اس کا فاعل فلاح نہیں پائے گا اور قیامت کے روز وہ گواہوں اور سفارشیوں میں سے نہ ہوگا یا اس فعل کے بارے میں کہا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر غیرت آتی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس فعل میں فساد کے کسی پہلو پر متنبہ فرمایا ہو یا اس کے بارے میں یہ خبر دی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے فاعل سے کوئی فدیہ قبول نہیں فرمائے گا' یا اس کے فاعل کے بارے میں یہ خبر دی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے شیطان مقرر کر دیتا ہے جو اس کا ساتھی ہوتا ہے یا اس فعل کو فاعل کے دل کی کجی کا سبب قرار دیا ہو' یا اس فعل کو آیاتِ الٰہی کے فہم اور اس کی نعمتوں سے دور ہٹانے کا سبب بتایا گیا ہو یا اللہ تعالیٰ نے فاعل سے فعل کی علت کے بارے میں سوال کیا ہو مثلاً (لِمَ فَعَلَ) ''کیوں کیا؟'' مثلاً: ﴿ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ ﴾ (آل عمران:۹۹/۳) ''تم اس شخص کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو جو ایمان لایا؟'' ﴿ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ﴾ (آل عمران:۷۱/۳) ''تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں گڈمڈ کرتے ہو؟'' ﴿ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ ﴾ (صٓ:۷۵/۳۸) ''تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟'' ﴿ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (الصف:۲/۶۱) ''تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے؟''

یہ اسلوب صرف اس صورت میں ہے کہ اس کا جواب ساتھ نہ دیا گیا ہو اگر جواب موجود ہو' تو اس کی اہمیت جواب کے مطابق ہوگی۔

یہ اور اس قسم کے دیگر اسالیب فعل کی ممانعت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ اسلوب کسی فعل کی مجرد کراہت سے زیادہ اس کی تحریم پر دلالت کرتا ہے۔

لفظ (يَكْرَهُهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ) ''اسے اللہ اور اس کا رسول ناپسند کرتے ہیں۔'' اور (مکروہ) ہو' تو یہ اکثر حرام کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی کراہت تنزیہی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

یہ فقرہ (وَاَمَّا اَنَا فَلَا اَفْعَلُ) ''اور رہا میں، تو میں یہ کام نہیں کرتا۔'' تو اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت کے لیے استعمال ہوتا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے «اَمَّا اَنَا فَلَا آکُلُ مُتَّکِئًا» ① رہا میں، تو میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

لفظ (مَا یَکُونُ لَکَ) اور (مَا یَکُونُ لَنَا) ہو، تو اس کا عام استعمال حرام امور کے بارے میں ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْهَا﴾ (الاعراف: ۱۳/۷) ''تیرے شایاں نہیں کہ تو اس کے اندر تکبر کرے۔'' ﴿وَمَا یَکُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَآ﴾ (الاعراف: ۸۹/۷) ''ہمارے شایاں نہیں کہ ہم اس کے اندر دوبارہ لوٹیں۔'' ﴿مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ﴾ (المائدہ: ۱۱۶/۵) ''میرے شایاں نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔''

فصل: لفظ (احلال) ''حلال ٹھہرانا'' (رَفْعُ الْجُنَاح) ''گناہ نہ ہونا'' (اَلْاِذْن) ''اجازت'' (اَلْعَفْو) ''معاف کرنا'' (اِنْ شِئْتَ فَافْعَلْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَفْعَلْ) ''اگر تو چاہے تو کر لے اور اگر نہ چاہے تو نہ کر۔'' بعض اشیاء کے فوائد پر احسان کا ذکر اور بعض افعال سے متعلق منافع کا تذکرہ، مثلاً ﴿وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ﴾ (النحل: ۸۰/۱۶) ''ان بھیڑوں کی اون، اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے تم سامان اور گھر میں استعمال کی چیزیں بناتے ہو جو ایک مدت تک کام دیتی ہیں۔'' اور ﴿وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ﴾ (النحل: ۱۶/۱۶) ''اور وہ ستاروں کے ذریعے سے راہ پاتے ہیں۔'' اس قسم کے اسلوب سے اباحت مستفاد ہوتی ہے۔ کسی چیز کی تحریم کے بارے میں خاموشی اور زمانۂ وحی میں کسی فعل کے مرتکب کو اس فعل پر برقرار رکھنا، وغیرہ بھی اباحت کا فائدہ دیتے ہیں۔

فائدہ: کسی فعل پر اللہ تعالیٰ کا اظہار تعجب کرنا جہاں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فعل کو پسند کرتا ہے جیسے «عَجِبَ رَبُّکَ مِنْ شَابٍّ لَیْسَتْ لَهُ صَبْوَةٌ» ② ''تیرا رب اس نوجوان سے بہت خوش ہوتا ہے جس میں جوانی کی نادانی نہ ہو۔'' وہاں کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی پر بھی دلالت کرتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ﴾ (الرعد: ۵/۱۳) ''اگر تو تعجب کرے تو تعجب والی بات یہ ہے کہ ان کا سوال ہی عجیب ہے۔'' فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَیَسْخَرُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۲/۳۷) ''بلکہ تو تعجب کرتا ہے اور یہ مذاق اڑاتے ہیں۔'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُهٗ﴾

---

① سنن الترمذی، الاطعمة، باب ماجاء فی کراهیة الاکل متکئاً، ح: ۱۸۳۰

② تفسیر قرطبی: ۴۸/۱۵ و زاد المسیر: ۳۰۰/۶ یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ مسند احمد: ۱۵۷/۴ اور مسند ابی یعلی: ۲۸۸/۳ وغیرہ میں ہے، لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

(آل عمران:۱۰۱/۳) ''تم کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور اس کا رسول تمہارے اندر موجود ہے۔'' اور کبھی یہ امتناع حکم اور عدم حسن پر بھی دلالت کرتا ہے' مثلاً فرمایا: ﴿ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (التوبہ:۷/۹) ''بھلا مشرکوں کے لیے اللہ کے نزدیک عہد کیونکر ہو سکتا ہے۔'' اور کبھی تقدیری طور پر حسن ممانعت پر دلالت کرتا ہے نیز یہ کہ اس کا یہ فعل اس کے لائق ہی نہیں' مثلاً فرمایا: ﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ﴾ (آل عمران:۸۶/۳) ''اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟۔''

فائدہ: قرآن مجید میں عدم مساوات کا ذکر کبھی تو دو افعال کے مابین ہوتا ہے' مثلاً فرمایا: ﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ (التوبہ:۱۹/۹) ''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے کو اس شخص کے اعمال کی مانند سمجھ لیا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا؟۔''

عدم مساوات کا ذکر کبھی فاعلوں کے مابین ہوتا ہے' مثلاً: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (النساء: ۹۵/٤) ''مومنوں میں سے جو لوگ جہاد سے جی چرا کر گھر بیٹھ رہتے ہیں اور عذر نہیں رکھتے اور جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں' دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔''

عدم مساوات کا ذکر کبھی دو افعال کی جزا کے مابین ہوتا ہے' مثلاً: ﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ﴾ (الحشر:۲۰/۵۹) ''جہنم والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔'' اور اللہ تعالیٰ نے تینوں چیزوں کے مابین عدم مساوات کا ذکر ایک ہی آیت میں جمع کر دیا ہے' مثلاً ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴾ (فاطر:۱۹/۳۵۔۲۰) ''اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہوتا اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں۔''

فائدہ: قرآن مجید میں مذکور ضرب الامثال سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں:

تذکیر' وعظ و نصیحت' کسی فعل پر آمادہ کرنا' زجر و توبیخ' عبرت' کسی فعل پر برقرار رکھنا' مراد کو عقل کے قریب کرنا' مراد کو محسوس صورت میں اس طرح پیش کرنا کہ عقل سے اس کی نسبت ایسے ہی ہو جیسے محسوس کی نسبت حس سے ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ایسی ضرب الامثال بھی وارد ہوئی ہیں جو تفاوت اجر' مدح و ذم' ثواب' کسی معاملے کی تعظیم یا تحقیر اور کسی معاملے کی تحقیق یا اس کے ابطال پر مشتمل ہوتی ہیں۔

فائدہ: سیاق کلام مجمل کو واضح کرنے' محتمل کو متعین کرنے' غیر مراد معنی کے عدم احتمال کو قطعی بنانے کے لیے' عام کی تخصیص' مطلق کی تقیید اور تنوع دلالت پر راہ نمائی کرتا ہے۔ سیاق کلام متکلم کی مراد پر دلالت کرنے والا سب سے بڑا قرینہ ہے جو سیاق کلام کو مد نظر نہیں رکھتا وہ اپنے فکر و نظر میں غلطی کرتا ہے اور اپنی بحث میں مغالطے کا

شکار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیجیے! ﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ (الدخان: ۴۹/۴۴) ''اب تو مزا چکھ! تو بہت باعزت اور بڑا سردار ہے۔'' آپ اس کلام کا وہ سیاق کیسے پاتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بڑا ذلیل اور حقیر ہے؟

فائدہ: محسوس اور واقع چیز کے بارے میں رب تعالیٰ کی خبر متعدد فوائد کی حامل ہوتی ہے' مابعد امور کے ابطال کو آسان کرنے اور اس کے مقدمے کے طور پر اس کا نصیحت اور یاددہانی کا باعث ہونا' اس کا توحید الوہیت' صداقت رسول اور زندگی بعدِ موت کی خبر کا گواہ ہونا' اللہ تعالیٰ کے احسانات کے تذکرے کے طور پر' ملامت اور زجر و توبیخ کے طور پر' مدح یا مذمت کے طور پر یہ خبر دینے کے لیے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسی نوع کے بعض دیگر فوائد۔ (ابن قیم رحمہ اللہ کے کلام کا اقتباس ختم ہوا)

یہ انتہائی نفیس کلام ہے اور علم تفسیر سے متعلق بہت سے اصول و ضوابط پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کو جزائے خیر دے۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید متعدد علوم پر مشتمل ہے جن کا اس میں بار بار اعادہ کیا گیا ہے' مثلاً

(۱) ضرب الامثال' جن کا ذکر علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان فوائد میں کیا ہے جنہیں ہم گزشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

(۲) اہل سعادت اور اہل شقاوت کا تذکرہ۔ اس کے متعدد فائدے ہیں:

الف: وہ اوصاف جن سے اہل خیر متصف ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا پر دلالت کرتے ہیں' نیز یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ اوصاف حمیدہ ہیں۔

ب: وہ اوصاف جن سے اہل شر متصف ہیں' وہ اس حقیقت کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف کو سخت ناپسند کرتا ہے اور یہ اوصاف قابل مذمت ہیں۔

(۳) اس میں ثنائے حسن کا بیان ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا میں نوازتا ہے۔ اس ثنائے حسن کی حیثیت دنیاوی ثواب کی سی ہے اور (قرآن کے اندر) ان اوصاف قبیحہ کا بیان ہے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو رسوا کرتا ہے اور ان اوصافِ قبیحہ کی حیثیت دنیاوی عذاب اور سزا کی سی ہے۔

(۴) قرآن مجید میں ایسے امور کا تذکرہ ہے جو نفوس انسانی کو اہل خیر کی پیروی کرنے پر ابھارتے ہیں' بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں' اصحاب اعمال کو اعمال بجالانے کے لیے چست اور ہشاش بشاش رکھتے ہیں اور اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ جو ان اعمال کو بجالاتا

ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

(۵) قرآن مجید میں اصحاب شر کے افعال سے ڈرایا گیا ہے اور ان گناہوں کو ناپسند ٹھہرایا گیا ہے جن کی تاثیر گناہ گاروں کے لیے بہت بری ہے۔

(۶) قرآن مجید میں اصحاب خیر اور اصحاب شر کی صفات کا ذکر اعتبار کے طور پر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی ان جیسے فعل کا ارتکاب کرے گا وہ ان جیسے ثواب وعقاب کا مستحق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک سے زیادہ مقامات پر اعتبار پر زور دیا ہے اور ''اعتبار'' کا معنی ہے ایک چیز سے گزر کر دوسری چیز تک پہنچنا اور کسی چیز کو اس کی نظیر پر قیاس کرنا۔

(۷) بندہ جب اصحاب خیر کے اعمال پر نظر ڈالتا ہے پھر اپنی کوتاہی کو دیکھتا ہے کہ وہ ان اعمال کو بجالانے سے قاصر ہے، تو اپنے نفس کو اس کوتاہی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور اسے حقیر سمجھتا ہے، یہ زاویۂ نظر اس کے لیے عین بھلائی ہے، جیسے اپنے آپ کو خود پسندی اور تکبر کی نظر سے دیکھنا عین فساد ہے۔

(۸) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال کا ذکر اور اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام نقائص سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کی تقدیس کے ذکر میں عظیم فوائد ہیں:

الف: یہ علم، یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال کا علم علی الاطلاق دیگر تمام علوم سے زیادہ شرف کا حامل اور جلیل تر ہے۔ پس اس علم کے فہم کے حصول میں مشغول ہونا اور اس کی تحقیق کرنا اس کے بلند ترین مطالب میں مشغول ہونا ہے اور بندے کے لیے اس کا حاصل ہو جانا اللہ تعالیٰ کی خصوصی نوازشات میں سے ہے۔

ب: معرفت الٰہی اللہ تعالیٰ سے محبت، اس سے خوف، اس پر امید اور اس کے لیے اخلاص کی دعوت دیتی ہے۔ اس معرفت کا حصول بندۂ مومن کی عین سعادت ہے اور معرفت الٰہی کے حصول کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کی جائے اور ان کے معانی کو سمجھنے کے لیے جدوجہد کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات کی جو تفاصیل، توضیحات، ان صفات کی معرفت اور معرفتِ الٰہی کے جو اصول قرآن میں پائے جاتے ہیں وہ کہیں اور نہیں پائے جاتے، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں۔

ج: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس لیے پیدا کیا ہے، تاکہ وہ اسے پہچان لے اور اس کی عبادت کرے اور یہی چیز ان سے مطلوب و مقصود ہے۔ پس اسماء وصفات کی معرفت میں مشغول ہونا گویا اس امر میں مشغول ہونا ہے جس کے لیے بندے کی تخلیق کی گئی ہے اور ان کی معرفت کے

حصول کو چھوڑ دینا گویا اس امر کو مہمل اور بے فائدہ قرار دینا ہے جو بندے کا باعث تخلیق ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے متواتر فیض یاب ہو اور ہر پہلو سے اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہو تو یہ بہت ہی قبیح بات ہے کہ بندہ اپنے رب کے بارے میں جاہل رہے اور اس کی معرفت حاصل کرنے سے گریز کرے۔

د: اللہ تعالیٰ پر ایمان' ایمانیات کا سب سے بڑا رکن ہے' بلکہ تمام ارکان سے افضل اور ان کی بنیاد ہے اور ایمان معرفت الٰہی کے بغیر' (اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ) کہنے کا نام نہیں ہے' بلکہ ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرے جس پر وہ ایمان رکھتا ہے اور اس کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرنے کی جدوجہد کرے' تاکہ وہ علم الیقین کے درجہ تک پہنچ جائے۔ بندہ اپنے رب کی جس قدر زیادہ معرفت رکھے گا اسی قدر اس کا ایمان زیادہ ہوگا اور جب کبھی رب تعالیٰ کی معرفت میں اضافہ ہوگا ایمان میں بھی اضافہ ہوگا اور جب معرفت رب میں کمی ہوگی' تو ایمان میں بھی کمی واقع ہو جائے گی اور ایمان باللہ کی منزل تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں واقع اس کے اسماء وصفات میں غور وفکر کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم مبارک پر اس کا گزر ہو' تو وہ کامل طور پر عمومیت کے ساتھ اس اسم کے معانی کا اثبات کرے اور اس کے متضاد معانی سے اللہ تعالیٰ کو پاک اور منزہ جانے۔

ھ: اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرنا تمام اشیاء کی بنیاد ہے وہ عارف باللہ جو اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات وافعال کی معرفت سے ان کاموں پر استدلال کرتا ہے جو اس سے صادر ہوتے ہیں اور ان احکام پر استدلال کرتا ہے جو اس نے مشروع کیے ہیں' کیونکہ اس سے صرف وہی فعل صادر ہوتا ہے جو اس کے اسماء وصفات کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے۔ پس اس کے تمام افعال عدل' فضل اور حکمت پر مبنی ہیں۔ اسی طرح وہ تمام احکام جو اس نے مشروع کیے ہیں ان کی مشروعیت صرف اس کی حمد وحکمت اور اس کے فضل وعدل کے تقاضے پر مبنی ہے۔ اس کی تمام اخبار حق وصداقت اور اس کے اوامر ونواہی عدل اور حکمت ہیں۔ یہ علم اتنا عظیم اور مشہور ہے کہ اس کی وضاحت کے لیے تنبیہ کی ضرورت ہی نہیں۔ بقول شاعر

وَكَيفَ يَصِحُّ فِي الْأَذْهَانِ شَيءٌ إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيلِ

''ذہنوں میں کسی چیز کا صحیح ہونا کیسے قرار پا سکتا ہے جب دن (اپنے وجود کے اثبات کے لیے) کسی دلیل کا محتاج ہو۔''

(۹) قرآن مجید میں انبیاء و مرسلین اور ان کی تعلیمات کا ذکر ہے اور اس بات کا ذکر ہے کہ ان کے ساتھ اور ان کی امتوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا۔ اس کے درج ذیل فوائد ہیں:

الف: انبیاء و مرسلین، ان کی صفات اور ان کی سیرت و احوال کی معرفت ان پر ایمان کی تکمیل ہے۔ بندۂ مومن انبیاء کی صفات اور امور سیرت و احوال کی جس قدر زیادہ معرفت حاصل کرے اسی قدر انبیاء پر ایمان زیادہ مضبوط ہوگا اور اسی قدر (اس کے دل میں) ان کی محبت اور ان کی تعظیم و توقیر ہوگی۔

ب: انبیاء و مرسلین خصوصاً نبی اکرم ﷺ کے ہم پر کچھ حقوق ہیں ان کی معرفت اور ان کے ساتھ سچی محبت کی معرفت کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ ہم ان کی سیرت و احوال کی معرفت حاصل کریں۔

ج: انبیاء و مرسلین کی معرفت اللہ تعالیٰ کے شکر کی موجب بنتی ہے کہ اس نے مومنین میں اپنا ایک رسول بھیج کر ان پر احسان فرمایا۔ یہ رسول ان کو پاک کرتا ہے انہیں قرآن اور سنت کی تعلیم دیتا ہے، جب کہ اس سے قبل وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

د: انبیاء و رسل ہی اہل ایمان کے حقیقی مربی ہیں۔ اہل ایمان کو جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے اور جو برائی ان سے دور کی جاتی ہے تو وہ انبیاء ہی کے ہاتھوں اور انہی کے سبب سے ہے، لہٰذا مومن کے لیے یہ بہت ہی بری بات ہے کہ وہ اپنے مربی اور اپنے معلم کے حالات سے جاہل رہے۔ جب کسی انسان کے بارے میں یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے والدین کے حالات کے بارے میں جاہل ہوگا، تو اس کے بارے میں یہ بات کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے نبی کے حالات سے آگاہ نہ ہو، حالانکہ نبی اہل ایمان پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔ نبی اہل ایمان کا حقیقی باپ ہے، جس کا حق حقوق اللہ کے بعد تمام حقوق پر مقدم ہے۔

ھ: اللہ تعالیٰ نے جس فتح و نصرت سے انبیائے کرام علیہم السلام کو سرفراز فرمایا اور راہ حق میں جن مصائب کا ان کو سامنا کرنا پڑا، اس میں اہل ایمان کے لیے ایک نمونہ ہے، جس سے ان کے قلق و اضطراب میں تخفیف ہوتی ہے، کیونکہ اہل ایمان کو خواہ کتنی ہی تکالیف و شدائد کا سامنا

کرنا پڑا ہو وہ ان شدائد و مصائب کا عشر عشیر بھی نہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کو پیش آئیں۔ ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱/۳۳) ''رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں تمہارے لیے ایک اچھا نمونہ ہے۔'' اور ان کی سب سے بڑی پیروی ان کی تعلیمات کی پیروی' لوگوں کے حسب مراتب ان کو تعلیم دینے کی کیفیت میں ان کی پیروی' لوگوں کو تعلیم دینے میں صبر و استقامت' اچھی نصیحت اور حکمت و دانائی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا اور احسن طریقے سے لوگوں کے ساتھ بحث کرنا ہے۔ اس بنا پر اور اس قسم کے دیگر امور کی بنا پر اہل علم کو انبیاء کا وارث کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی معرفت سے آیات قرآن کی معرفت اور ان کے معانی کا فہم حاصل ہوتا ہے۔ آیات قرآن کی مراد کا فہم رسول اللہ ﷺ کے احوال' اپنی قوم' اپنے اصحاب اور دیگر لوگوں کے ساتھ آپ کی سیرت کی معرفت پر موقوف ہے' کیونکہ زمان و مکان اور اشخاص میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا ہے۔ پس اگر انسان' ان مذکورہ امور کی معرفت حاصل کیے بغیر قرآن کے معانی کی معرفت حاصل کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کردے' تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے کلام سے اس کی مراد سمجھنے میں بہت زیادہ غلطیاں کرے گا اور اس کو وہی شخص جان سکتا ہے جو جانتا ہے کہ اکثر تفاسیر میں ایسی اغلاط قبیحہ ہیں جن سے اللہ کا کلام پاک ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اور بہت سے مفید فوائد اور درست نتائج ہیں۔

(۱۰) علوم قرآن میں اوامر و نواہی کا ذکر ہے جن کے خطاب کا رخ اس امت اور دیگر امتوں کی طرف ہے۔ ان اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہونا ان سے مطلوب ہے۔ ان امور کی معرفت میں متعدد فوائد ہیں:

الف: اللہ تعالیٰ نے ان حدود کو پہچاننے کی بہت تاکید کی ہے جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہیں اور اس شخص کی سخت مذمت فرمائی ہے جس نے ان حدود کو نہ پہچانا۔

ب: اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں سے سب سے بڑی حد' جس کی معرفت حاصل کرنا واجب ہے' اس کے اوامر و نواہی ہیں جن پر عمل پیرا ہونے کا ہمیں مکلف ٹھہرایا گیا ہے اور ان کو قائم کرنا' ان کو سیکھنا اور سکھانا ہم پر لازم قرار دیا گیا ہے۔ احکام کی تعمیل اور منہیات سے اجتناب صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اوامر و منہیات کی معرفت حاصل کی جائے' تاکہ ترک و فعل کے احکام پر عمل ہو سکے' کیونکہ جب مکلف کو کسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے تو اولین

چیز جو اس پر واجب ٹھہرتی ہے وہ اس بات کی معرفت ہے کہ وہ کیا چیز ہے جس کو بجالانے کا حکم دیا گیا ہے' کیا کیا امور اس میں داخل ہیں اور کون کون سے امور اس سے باہر ہیں؟ جب بندہ مکلف کو اس بات کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے' تو وہ اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار رہتا ہے اور حتی الامکان اور مقدور بھر اس پر عمل کرنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔

اسی طرح جب اسے کسی امر سے روک دیا جاتا ہے' تو اس امر ممنوع اور اس کی حقیقت کی معرفت حاصل کرنا اس پر واجب ہو جاتا ہے' پھر وہ اپنے رب سے مدد طلب کرتے ہوئے اپنی پوری کوشش صرف کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالاتے ہوئے اور اس کی منہیات سے اجتناب کرتے ہوئے اس امر ممنوع کو ترک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور منہیات سے اجتناب دونوں واجب ہیں اور ہر وہ امر جس کے بغیر واجب مکمل نہ ہو' وجوب کے زمرے میں آتا ہے۔ پس اس سے تجھے معلوم ہو گیا ہو گا کہ عمل سے پہلے حصول علم ضروری ہے اور علم عمل سے متقدم ہے۔

(۱۱) علوم قرآن میں خیر کی طرف دعوت' نیکی کا حکم اور برائیوں سے ممانعت شامل ہے۔ اس چیز کا حصول خیر کی معرفت حاصل کرنے کے بعد ہی ممکن ہے تاکہ اس کی طرف دعوت دی جا سکے' اسی طرح معروف کا حکم دینے اور منکرات سے روکنے کے لیے معروف اور منکر کی معرفت ضروری ہے۔ قرآن مجید احسن انداز سے ان مضامین پر مشتمل ہے' نیز وہ انہیں مکمل طور پر اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

(۱۲) علوم قرآن میں آخرت کے احوال کا تذکرہ بھی شامل ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا' یہ وہ امور ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے' یا اسکے رسول ﷺ نے موت' قبر' میدان حشر کی ہولناکیوں' جنت اور جہنم کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔ ان امور کے علم میں بہت سے فوائد ہیں:

الف: یوم آخرت پر ایمان' ایمانیات کے ان چھ ارکان میں شمار ہوتا ہے' جن کے بغیر ایمان کی تصحیح نہیں ہوتی۔ ان کی تفاصیل کی جتنی زیادہ معرفت حاصل ہو گی اتنا ہی زیادہ بندۂ مومن کے ایمان میں اضافہ ہو گا۔

ب: ان امور کی حقیقی معرفت انسان پر خوف و رجاء کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ اگر خوف و رجاء سے انسان کا دل خالی ہو جائے' تو وہ مکمل طور پر ویران ہو جاتا ہے۔ اگر دل خوف و رجاء

سے معمور ہو تو خوف انسان کو گناہوں کے ارتکاب سے روکتا ہے اور رجاء (امید) اس کے لیے نیکی اور اطاعت کو سہل اور آسان بنا دیتی ہے اور یہ چیز ان امور کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے جن سے بچا اور ڈرا جاتا ہے، مثلاً قبر کے احوال اور ان کی سختی، میدانِ حشر کی ہولناکیاں اور جہنم کے بدترین اوصاف۔

جنت اور اس کی دائمی نعمتوں، مسرتوں، خوشیوں، قلبی، روحانی اور جسمانی نعمتوں کی مفصل معرفت کے سبب سے ایسا اشتیاق پیدا ہوتا ہے جو انسان کو اپنے محبوب و مطلوب کے حصول میں مقدور بھر جدوجہد کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

ج: اس ذریعے سے بندے کو اللہ تعالیٰ کے فضل، عدل اور اچھے برے اعمال کی جزا اور سزا کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی کامل حمد و ثنا کی موجب ہے اور ثواب و عقاب کی تفاصیل کے علم کی مقدار کے مطابق بندۂ مومن کو اللہ کے فضل و عدل اور اس کی حکمت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۳) علوم قرآن میں اہل باطل کے ساتھ مجادلہ، اہل ظلم کے شبہات کا رد اور دلائل نقلیہ کی تائید میں براہین عقلیہ کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ علوم قرآن میں سے اس فن سے خواص علمائے ربانی، راسخ العلم ماہرین اور عقلمند اصحاب بصیرت ہی بہرہ مند ہوتے ہیں۔ قرآن مجید جن دلائل عقلیہ اور براہین قاطعہ پر مشتمل ہے، اگر ان تمام دلائل صحیحہ کو جمع کر لیا جائے جو متکلمین کے پاس ہیں، تو ان دلائل کی قرآنی دلائل و براہین کے سامنے وہی حیثیت ہے جو ایک بحر بیکراں کے سامنے چڑیا کی چونچ میں پانی کے قطرے کی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن ہی حق ہے اور حق، صدق و عدل، میزان عدل و انصاف اور صلاح و فلاح پر مشتمل ہے۔ اگر اس نے توحید اور شرک کا ذکر کیا ہے تو اول الذکر کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے سے روکا ہے۔ توحید کی صحت، اس کے حسن کے اثبات اور اسے نجات کا راستہ قرار دینے کے لیے براہین قائم کی ہیں۔ شرک کی قباحت، اس کے بطلان اور ہلاکت کی راہ ثابت کرنے کے لیے دلائل دیے ہیں۔ بصیرت کے لیے ان کی حیثیت دوپہر کے وقت سورج کی سی ہے۔

اگر قرآن اوامر شرعیہ کا حکم دیتا ہے، آداب اور مکارم اخلاق کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے، تو آپ دیکھیں گے کہ وہ عقل روشن کو ان ضروری مصلحتوں سے آگاہ کرتا ہے جن پر یہ اوامر شرعیہ مشتمل ہوتے ہیں اور انسان اپنی معاش و معاد میں جن کے محتاج ہوتے ہیں۔ جن کے بارے میں اس کا فیصلہ ہے

کہ ان سے بہتر کوئی اور اصول نہیں ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ان اوامر شرعیہ کا شدید تقاضا کرتی ہے۔

اگر قرآن نے حرام چیزوں' برے کاموں اور دیگر خبائث سے روکا ہے' تو اس نے اس کے فساد' ضرر اور شر سے آگاہ کیا ہے جن پر یہ خبائث اور محرمات مشتمل ہوتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر نعمت ہے کہ اس نے خبائث کو ان پر حرام ٹھہرایا۔ ان کو ان خبائث سے پاک کر کے عزت وتکریم سے نوازا۔ ان کو ان برائیوں میں ملوث ہونے سے محفوظ رکھنا ہر نعمت سے بڑی نعمت ہے۔ پس واضح ہوا کہ تمام مامورات شرعیہ مصالح پر مشتمل ہیں اور تمام محرمات شرعیہ مفاسد کو متضمن ہیں۔

اگر قرآن نے اہل باطل کے ساتھ مناظرہ کیا' اہل تشکیک کے شبہات کا تار پود بکھیرا اور اہل ضلالت کے نظریات کا ابطال کیا' تو آپ کہہ دیجیے کہ اس نے حق کو حق ثابت کیا' باطل کا رد کیا' کسی گمراہ کو راستہ دکھایا' معاندین حق کے خلاف حجت قائم کی اور واضح کر دیا کہ باطل کے اندر ذرہ بھر بھی حق نہیں ہوتا' بلکہ باطل اپنے نام کی طرح فاسد ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ چند نام ہیں جن سے انہوں نے باطل کو موسوم کر کے سجا رکھا ہے اگر ان کو ہٹا دیا جائے تو معلوم ہوگا یہ باطل نظریات گرد وغبار کے سوا کچھ بھی نہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ قرآن مجید عقلی دلائل و براہین کو واضح ترین اور مختصر عبارت میں پیش کرتا ہے۔ یہ دلائل اعتراضات' تناقض اور ابہام سے محفوظ ہیں۔ وہ ایک ہی کلمہ میں ایجاز واختصار کے طور پر عقلی اور نقلی دلائل کو جمع کر دیتا ہے اور مطلوب ومقصود میں خلل واقع نہیں ہونے دیتا اور کبھی کبھی تفصیل سے کام لیتا ہے اور پے در پے اس طرح دلائل بیان کرتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ ہی وضاحت کے لیے کافی ہوتا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ

ان شاء اللہ یہ بہت ہی مفید مقدمہ ہے۔ مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ اس کے اہم مقامات پر تتبع اور استقراء سے کام لے اور جب مذکورہ مطالب اس کے سامنے آئیں تو تفصیلاً ان پر توجہ دے' لہٰذا جو کوئی اس مقدمہ میں شامل اصولوں کو آیات کے سمجھنے میں استعمال کرے گا' تو وہ ان سے بہت فائدہ اٹھائے گا۔﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ (الجمعة: ٦٢/ ٤)

۞ ۞ ۞

تفسیرِ قرآن کے چند اصُول و کُلیّات

جن کا جاننا قرآن کے ہر مفسر اور طالب علم کے لیے ضروری ہے

(۱) نکرہ جب نفی، نہی یا استفہام کے سیاق میں، یا شرط کے سیاق میں واقع ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی طرح مفرد مضاف بھی عموم کا مفہوم رکھتا ہے، چنانچہ جب مذکورہ اشیاء کے بعد نکرہ پایا جائے، یا وہ مفرد ہو اور معرفہ کی طرف مضاف ہو، تو اس لفظ میں شامل سب کو ثابت کرو اور صرف سبب نزول کو پیش نظر نہ رکھو، کیونکہ ''اعتبار لفظ کے عموم کا ہے، سبب کے خصوص کا نہیں۔''

لہٰذا تمام واقعات اور افعال جو واقع ہو چکے ہیں اور وہ تمام افعال و واقعات جو نئے نئے پیش آتے رہیں گے، ان کو قرآن کے انہی عمومات پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔ جو واقعہ بھی پیش آئے گا اور جو بھی نئی صورت حال پیش آئے گی، قرآن مجید میں اس کی وضاحت اور تشریح موجود ہوگی۔

(۲) صفت اور اسم جنس پر الف لام (الْ) داخل ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس حکم میں وہ تمام مفاہیم شامل ہیں جو اس اسم یا صفت سے سمجھے جا سکتے ہیں۔

(۳) قرآن مجید کا ایک قاعدہ کلیہ یہ بھی ہے کہ وہ:

الف: اللہ کی توحید اور اس کی معرفت کی دعوت دیتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی، اس کی صفات اور ان افعال کا ذکر کرتا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اسی کو وحدانیت حاصل ہے اور اس کی صفاتِ کمال کا ذکر کرتا ہے۔

ب: وہ اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اسی کی عبادت حق ہے۔ اس کو چھوڑ کر لوگ جس جس کو بھی پکارتے ہیں، وہ سب باطل ہے۔ اللہ کے سوا جن کو پوجا جاتا ہے قرآن ان کا ہر لحاظ سے ناقص ہونا واضح کرتا ہے۔

ج: وہ اس بات کو ماننے کی دعوت دیتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو کچھ (قرآن، سنت، شریعت) لے کر آئے، وہ صحیح اور سچ ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ اس کے محکم اور مکمل ہونے کو، اس کی تمام خبروں

کے سچا ہونے کو اور احکام کے بہترین ہونے کو واضح کرتا ہے' نیز رسول اللہ ﷺ کے انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہونے کو واضح کرتا ہے۔ جس تک نہ آپ ﷺ سے پہلے کوئی پہنچ سکا نہ آپ کے بعد۔ قرآن چیلنج کرتا ہے کہ اگر مخالف سچے ہیں تو ایسی عظیم کتاب یا شریعت لاکر دکھائیں۔

د : قرآن مجید توحید کے اثبات کے لیے اللہ تعالیٰ کی گواہی پیش کرتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے اقوال وافعال بھی شامل ہیں اور دلائل و براہین کے ساتھ اس کی تائید بھی شامل ہے اور اہل توحید کی مدد اور غلبہ کی صورت میں عملی گواہی بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ انصاف پسند اہل علم کی گواہی بھی پیش کی گئی ہے۔ اخبار واحکام پر مشتمل حق کا موازنہ مخالفین کی باتوں کے جھوٹا ہونے اور احکام کے باطل ہونے کی وضاحت کر کے کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں طرح طرح کے معجزات کے ذریعے بھی حق کی تائید ہوتی ہے۔

ھ : آخرت کے اثبات کے لیے اللہ کی کامل قدرت کو دلیل بنایا گیا ہے۔ آسمان وزمین کی تخلیق' جو انسانوں کی تخلیق سے عظیم تر مظہر ہے' یہ بھی آخرت کے وقوع کی دلیل ہے۔ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جس خالق نے کائنات کو پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے اور جو خالق زمین کو مردہ کرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے وہ فوت ہونیوالوں کو بھی دوبارہ زندگی بخش سکتا ہے۔ علاوہ ازیں گزشتہ قوموں کے وہ حالات بیان کرتا ہے جو انسانوں کے مشاہدہ میں آ چکے ہیں اور ان قوموں کا دنیا میں عذاب کے ذریعے سے تباہ ہو جانا اخروی سزا کی ایک جھلک اور نمونہ ہے۔

و : قرآن مجید تمام اہل باطل' یعنی کفار' مشرکین اور ملحدین کو دین اسلام کی خوبیاں بیان کر کے اسے قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے' وہ عقائد' اخلاق اور اعمال میں بہترین راستہ کی طرف راہنمائی مہیا کرتا ہے' وہ اللہ کی عظمت' ربوبیت اور عظیم نعمتوں کا ذکر کر کے واضح کرتا ہے کہ جو ذات مطلق کمال سے متصف ہے اور تمام نعمتیں بھی اسی کی طرف سے ہیں' تو عبادت بھی صرف اسی کا حق ہے۔ باطل پرست جن عقائد واعمال کے حامل ہیں اگر ان کا تجزیہ کیا جائے' تو اس میں شر اور باطل کے سوا کچھ نہیں' جن کا انجام خطرناک ہے۔

(۴) تفسیر کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب آیت کی دلالت مطابقت اور دلالت تضمن آپ کی سمجھ میں آ جائے تو جان لیں کہ اس مفہوم کے لوازم جن کے بغیر یہ چیز وجود میں نہیں آ سکتی اور اس کے شروط و توابع بھی اسی مفہوم میں شامل اور تابع ہیں۔ جن اشیا کے بغیر کوئی خبر مکمل نہیں ہوتی' وہ اشیاء اس خبر کے تابع ہیں اور جن اشیاء کے بغیر کوئی حکم مکمل نہیں ہوتا' وہ اشیاء اس حکم کے تابع ہیں' نیز جن آیات میں

بظاہر تعارض اور تناقض محسوس ہوتا ہے' ان میں تناقض اور تعارض حقیقت میں موجود نہیں' بلکہ ہر نص کو اس کے مناسب حالات پر محمول کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں کسی متعلق' مثلاً مفعول وغیرہ کو حذف کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معنی عام ہے' کیونکہ حذف کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے۔ ایسی چیز کو حذف کرنا جائز نہیں جس کا سیاق کلام یا قرینہ حالیہ سے علم نہ ہو سکے۔ اسی طرح وہ احکام جن کے ساتھ کسی شرط یا صفت کی قید ذکر کی گئی ہے' وہاں یہ مقصود نہیں کہ اس حکم کے ثبوت کے لیے اس قید کا وجود لازمی ہے۔

(۵) جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا حکم دے' تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی ضد ممنوع ہے اور جب کسی کام سے منع کیا جائے' تو اس میں اس کی ضد کا حکم پایا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو کسی نقص سے پاک بیان فرمائے' تو اس سے اللہ کے لیے وہ کمال ثابت ہوگا جو اس نقص کا متضاد ہے۔ اسی طرح جب کسی رسول اور ولی کی تعریف کرتے ہوئے انہیں کسی نقص سے پاک قرار دیا جائے تو اس میں ان کی تعریف پائی جاتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اس نقص کی متضاد اچھی صفت موجود ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے جنت سے نقائص کی نفی سے اس سے برعکس صفات کا وجود ثابت ہوتا ہے۔

(۶) جب حق واضح اور بالکل روشن ہو جائے' تو پھر کسی علمی بحث کی گنجائش رہتی ہے نہ عملی اختلاف کی' بلکہ تمام معارضات ومجادلات کالعدوم ہو جاتے ہیں۔

(۷) قرآن مجید جس چیز کی نفی کرے' وہ چیز یا تو واقعتاً موجود ہی نہیں ہوتی یا موجود ہوتی ہے' لیکن مفید ونافع نہیں ہوتی' بلکہ بے کار ہوتی ہے۔

(۸) موہوم کے ذریعے سے معلوم کا رد نہیں کیا جاسکتا اور ثابت شدہ حقیقت کے مقابلے میں مجہول اور نامعلوم امور کو پیش نہیں کیا جاسکتا' کیونکہ حق کو چھوڑ کر جو چیز بھی اختیار کی جائے گی' وہ باطل ہی ہوسکتی ہے اور کچھ نہیں۔

(۹) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ایمان اور عمل صالح کا ذکر فرمایا ہے۔ ان دونوں پر دنیا وآخرت میں جزا اور بہت سے اچھے نتائج کا دارومدار بیان کیا ہے۔ ایسے مواقع پر ''ایمان'' سے مراد ہے ''ان چیزوں پر پختہ یقین' جن کو سچ ماننے کا اللہ نے اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔'' اس میں جسم کے ساتھ عمل کرنا بھی شامل ہے اور ''عمل صالح'' سے مراد ''اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی'' ہے۔ اسی طرح اللہ نے تقوے کا حکم دیا ہے اور متقین کی تعریف کی ہے اور بھلائیوں کے حصول اور شرور سے نجات کا دارومدار تقوے پر رکھا ہے۔ کامل تقویٰ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔ ان کے منع کیے ہوئے کاموں سے اجتناب کیا جائے اور ان کی دی

ہوئی خبروں کو سچا مانا جائے۔

(۱۰) جب اللہ تعالیٰ ''بِرّ اور تقویٰ'' (نیکی اور پرہیزگاری) کا اکٹھا ذکر فرماتا ہے' تو تقویٰ سے مراد تمام گناہوں سے بچنا اور نیکی سے مراد تمام اچھے کام کرنا ہوتا ہے۔ جب ان دو الفاظ میں سے کوئی ایک لفظ مذکور ہو تو دوسرا بھی اس میں شامل ہوتا ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر مطلوبہ ہدایت کا ذکر فرمایا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کی تعریف فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ ہدایت اسی کے ہاتھ میں ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس سے ہدایت مانگیں اور ایسے اسباب اختیار کریں جن سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اس میں علم وعمل دونوں کی ہدایت شامل ہے۔ چنانچہ ہدایت یافتہ وہ شخص ہے جس نے حق کو پہچانا اور اس پر عمل بھی کیا۔ ہدایت کا متضاد گمراہی (ضَلال) اور سرکشی (غَیّ) ہے۔ جس نے حق کو پہچان لیا' لیکن اس پر عمل نہ کیا' وہ غَاوِی (سرکش) ہے اور جو حق سے بے خبر رہا' وہ ضَالّ (گمراہ) ہے۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے احسان (نیکی کا کام اچھے انداز سے انجام دینے) کا حکم دیا ہے اور اہل احسان کی تعریف کی ہے اور بہت سی آیات میں ان کے لیے گوناگوں نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ ''تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے' جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے' اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔'' اور جس قدر ممکن ہو' مخلوق کو مالی' بدنی اور قولی فائدہ پہنچانا بھی احسان میں شامل ہے۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے اصلاح کا حکم دیا ہے اور اصلاح کرنے والوں کی تعریف کی ہے اور خبر دی ہے کہ وہ ان کے ثواب واجر کو ضائع نہیں کرتا۔

اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے عقائد اور اخلاق کو اور تمام معاملات کو درست کرنے کی کوشش کی جائے حتیٰ کہ زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک درست ہو جائیں۔ اس میں دینی معاملات کی اصلاح بھی شامل ہے اور دنیاوی معاملات کی بھی' افراد کی اصلاح بھی شامل ہے اور جماعتوں کی بھی۔ اس کی متضاد کیفیت فساد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فساد سے منع کیا ہے اور فساد (خرابی) پیدا کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔ ان کی متعدد سزائیں ذکر فرمائی ہیں اور بتایا ہے کہ وہ ان کے دینی اور دنیوی معاملات کو درست نہیں فرمائے گا۔

(۱۴) اللہ نے یقین اور یقین رکھنے والوں کی تعریف کی ہے اور واضح فرمایا ہے کہ قرآنی آیات اور آفاقی آیات سے یہی لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

یقین علم سے خاص ہے اس کی تعریف یہ ہے ''پختہ علم' جس کے نتیجے میں عمل صالح اور اطمینان قلب

حاصل ہو جائے۔''

(۱۵) اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے' صبر کرنے والوں کی تعریف کی ہے اور دنیا و آخرت میں ملنے والی جزا کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن مجید کے تقریباً نوے مقامات پر ان امور کا بیان ہے۔ صبر میں اس کی تینوں قسمیں شامل ہیں۔ (ا) اللہ کی اطاعت پر صبر (اور ثابت قدمی) حتیٰ کہ اطاعت کے اعمال ہر لحاظ سے مکمل ادا ہوں۔ (ب) اللہ کے حرام کردہ کاموں سے صبر' یعنی نفس برائی کا حکم دے تو انسان اسے اس سے منع کر دے۔ (ج) اللہ کی تقدیر پر صبر' یعنی زندگی میں پیش آنے والے تکلیف دہ واقعات و معاملات کا سامنا صبر و تسلیم سے کرے۔ دل میں' یا زبان سے' یا بدن کی کسی حرکت سے اللہ کے اس فیصلے پر ناراضی کا اظہار نہ ہو۔

(۱۶) اللہ تعالیٰ نے شکر کی تعریف کی ہے اور شکر کرنے والوں کا ثواب بیان فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ شکر کرنے والوں کا مقام دنیا اور آخرت میں بلند ترین ہے۔

شکر کا حقیقی مطلب ہے ''اللہ کی تمام نعمتوں کا اعتراف کرنا' ان کی وجہ سے اللہ کی تعریف کرنا' اور انعام کرنے والے رب کی اطاعت میں ان (نعمتوں) سے مدد لینا۔''

(۱۷) اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر خوف اور خشیت کا ذکر کیا ہے' اس کا حکم دیا ہے' اہل خشیت کی تعریف کی ہے' ان کا ثواب بیان کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے وہ ہیں جو اس کی آیات سے فائدہ اٹھاتے اور اس کے حرام کیے ہوئے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔

خوف اور خشیت کی حقیقت یہ ہے کہ ''بندہ اللہ کے سامنے پیش ہونے سے ڈر جائے اور اس خوف کے ذریعے سے اپنے نفس کو ہر اس کام سے روک لے' جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔''

(۱۸) امید کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت کی امید رکھے (جو تمام مخلوقات پر ہوتی ہے) اور خصوصی رحمت کی بھی امید رکھے (جو اس کے نیکو کار بندوں کے لیے مخصوص ہے۔) یعنی وہ امید رکھے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اسے جو نیکیاں کرنے کی توفیق دی ہے' انہیں قبول فرمائے گا اور بندے سے جو لغزشیں ہوئی ہیں اور اس نے ان سے توبہ کر لی ہے' اللہ انہیں معاف فرمائے گا اور ہر حال میں اپنی امید اپنے رب ہی سے رکھے۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر انابت (اللہ کی طرف رجوع) کا ذکر فرمایا ہے اور اہل انابت کی تعریف فرمائی ہے۔ انابت کا مطلب ہے ''دل کا ہر حال میں اللہ کی طرف کھنچنا'' نعمت کے وقت وہ شکر کے ذریعے سے' مصیبت میں عجز و نیاز کے ذریعے سے اور نفس انسانی کی بہت سی ضروریات و

مطلوبات کے موقع پر کثرت دعا کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر وقت اس کا نام لینا اور اس کا ذکر کرنا بھی انابت میں شامل ہے۔

انابت کا ایک مطلب یہ ہے کہ بندہ تمام گناہوں سے توبہ کے ذریعے سے اللہ کی طرف متوجہ ہو نیز اپنے تمام اقوال وافعال میں اس کی طرف رجوع کرے یعنی اپنے اعمال کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی روشنی میں پرکھے اور تمام اقوال وافعال کو شریعت کی ترازو میں تولے۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ نے اخلاص کا حکم دیا ہے' اہل اخلاص کی تعریف کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ صرف خالص عمل کو قبول کرتا ہے۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ''عمل کرنے والا اپنے عمل کو صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اس سے ثواب حاصل کرنے کے لیے انجام دے۔'' اس کے برعکس صورت میں ریاکاری اور نفسانی اغراض ومقاصد کے لیے کام کرنا شامل ہے۔

(۲۱) اللہ تعالیٰ نے تکبر سے منع فرمایا ہے۔ تکبر اور تکبر کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور ان کو دنیا اور آخرت میں ملنے والی سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ تکبر کا مطلب ہے: ''حق کو قبول نہ کرنا اور مخلوق کو حقیر سمجھنا۔'' اس کی ضد ''تواضع'' (فروتنی' انکسار) ہے۔ اللہ نے اس کا حکم دیا ہے' تواضع کے حامل افراد کی تعریف کی ہے۔ ان کا ثواب بیان کیا ہے۔ تواضع کا مطلب یہ ہے ''حق کی بات تسلیم کر لینا' جو بھی کہے اور دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا' بلکہ ان کی فضیلت کا اعتراف کرنا اور ان کے لیے وہی کچھ پسند کرنا جو خود کو پسند ہے۔''

(۲۲) عدل (انصاف) کا مطلب ہے ''حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنا۔'' 'ظلم' انصاف کی ضد ہے۔ اس میں انسان کا اپنی ذات پر ظلم' مثلاً شرک اور دوسرے گناہ بھی شامل ہیں اور بندوں پر ظلم بھی جس کا تعلق ان کی جان' مال اور عزت سے ہے۔

(۲۳) صدق (سچ) کا مطلب ہے سیدھی راہ پر قائم رہنے میں ظاہر اور باطن کا برابر ہونا اور کذب (جھوٹ) اس کے برعکس کیفیت کو کہتے ہیں۔

(۲۴) اللہ کی حدود سے مراد وہ کام ہیں جو اس نے حرام کیے ہیں۔ ان کے بارے میں اس نے فرمایا ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا﴾ (البقرہ: ۱۸۷/۲) ''یہ اللہ کی حدیں ہیں' ان کے قریب نہ جانا۔'' بعض اوقات اس سے وہ کچھ مراد ہوتا ہے جس کو اللہ نے جائز اور حلال قرار دیا ہے' یا اس کی مقدار مقرر کی ہے اور اسے فرض کیا ہے۔ اس کے بارے میں فرمان ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا﴾ (البقرہ: ۲۲۹/۲) ''یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا۔'' یعنی یہ حدیں پار کر کے

حرام میں داخل نہ ہو جانا۔

(۲۵) امانت سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کے بارے میں بندے پر اعتبار کیا جاتا ہے اور اسے دیانت دار سمجھا جاتا ہے۔اس میں اللہ کے حقوق بھی شامل ہیں' خاص طور پر جو عام لوگوں سے پوشیدہ رہتے ہیں' اور مخلوق کے حقوق بھی شامل ہیں۔

(۲۶) عہد اور وعدے میں اللہ اور بندے کے باہمی معاملات بھی شامل ہیں' یعنی اللہ کی عبادت خلوص کے ساتھ کرنا' اور بندے کے دوسرے بندوں کے ساتھ روزمرہ کے معاملات میں زبان اور عہد کی پاسداری کرنا۔

(۲۷) حکمت اور قوّام سے مراد یہ ہے وہ کام کرنا' جو کرنا چاہیے اور اس انداز سے کرنا جیسے کرنا چاہیے۔

(۲۸) اسراف وتبذیر (فضول خرچی اور بے جا خرچ) کا مطلب ہے خرچ کرنے میں جائز حد سے آگے بڑھ جانا۔تقتیر اور بخل (کنجوسی) اس کے برعکس ہے' یعنی واجب اخراجات بھی پورے نہ کرنا۔

(۲۹) المعروف (نیکی) میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کا اچھا اور مفید ہونا شریعت اور عقل کی روشنی میں معروف ہو اور منکر (برائی) اس کے برعکس ہے۔

(۳۰) استقامت کا مطلب ہے اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت پر ہمیشہ قائم رہنا۔

(۳۱) دل کا مرض دو طرح کا ہوتا ہے۔حق کے بارے میں شکوک وشبہات کا مرض اور حرام کاموں کے ارتکاب کی خواہش کا مرض۔

(۳۲) نفاق (منافقت) کا مطلب ہے نیکی کا اظہار کرنا' جبکہ دل میں برائی پوشیدہ ہو۔اس میں نفاق اعتقادی (عقیدہ کا نفاق) بھی شامل ہے اور نفاق عملی (عمل کا نفاق) بھی۔

(۳۳) قرآن مجید ایک مفہوم کے اعتبار سے سارے کا سارا محکم بھی ہے اور سارے کا سارا متشابہ بھی' اور ایک مفہوم کے اعتبار سے اس کا کچھ حصہ محکم ہے اور کچھ متشابہ۔

محکم اس معنی میں ہے کہ اس کی آیات پختہ ہیں' حکمت کے مطابق ہیں۔اس کی خبریں اعلیٰ ترین سچائی کی حامل ہیں اور اس کے احکام انتہائی خوب اور بہترین ہیں اور متشابہ اس معنی میں ہے کہ بلاغت اور حسن میں یکساں ہے' اس کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور یہ یکسانیت درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔دوسرے مفہوم کے اعتبار سے قرآن مجید کے وہ مقام متشابہ ہیں جن میں اجمال ہے اور بعض معانی کا احتمال ہے اور محکم وہ ہے جس کا مفہوم واضح اور صریح ہے۔جب متشابہ کو محکم کی روشنی میں سمجھا جائے تو ظاہری ٹکراؤ ختم ہو جاتا ہے اور تمام مضامین اپنی اپنی جگہ درست نظر آتے ہیں۔

(۳۴) قرآن مجید میں اللہ کی جو معیت بیان کی گئی ہے (یعنی وہ اپنے بندوں کے ساتھ ہے) اس کی دو قسمیں ہیں: (ا) علم کے لحاظ سے معیت: یہ عام معیت ہے۔ بندے جہاں بھی ہوں اللہ اپنے علم وقدرت کے لحاظ سے ان کے ساتھ ہے۔ (ب) خاص معیت: یعنی اپنے خاص بندوں کے ساتھ ہے' ان کی مدد کرتا ہے اور ان سے لطف واحسان کا معاملہ کرتا ہے۔

(۳۵) دعا میں دو چیزیں شامل ہیں۔ دعائے عبادت: اس میں ہر وہ عبادت شامل ہے جس کا اللہ نے اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے اور دعائے سوال' یعنی اللہ سے فائدہ مند چیزوں کے حصول اور نقصان دہ اشیاء سے بچاؤ کی درخواست کرنا۔

(۳۶) طیبات (پاک چیزیں) ان سے مراد ہر پاک اور مفید چیز ہے خواہ وہ عقیدہ ہو یا اخلاق یا اعمال' کھانے کی چیز ہو یا پینے کی یا کمائی کے ذرائع ہوں۔ خبیث (ناپاک) اس کے برعکس معنی میں مستعمل ہے۔ بعض اوقات خبیث سے مراد نکمی چیز اور طیب سے عمدہ چیز بھی مراد ہوتی ہے۔ جیسے ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾

(البقرہ: ۲۶۷/۲) ''اے ایمان والو! ان پاک (یعنی عمدہ) چیزوں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہے اور خبیث (نکمی) چیز کا قصد نہ کرو کہ تم اس میں سے خرچ کرتے ہو اور خود اسے لیتے نہیں' مگر یہ کہ چشم پوشی کر لو۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پروا قابل تعریف ہے۔''

(۳۷) نفقہ (خرچ کرنا) اس میں واجب اخراجات بھی شامل ہیں۔ جیسے زکوٰۃ' کفارہ' اپنی ذات کے ضروری اخراجات' بیوی بچوں اور غلاموں وغیرہ پر خرچ اور مستحب اخراجات بھی جیسے کسی بھی نیکی کے کام میں خرچ کرنا۔

(۳۸) اللہ پر توکل اور اس سے مدد مانگنا' اللہ نے اس کا حکم دیا ہے اور بہت سی آیات میں اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کی تعریف کی ہے۔ اس کا مطلب دینی اور دنیوی فوائد کے حصول اور نقصانات وتکالیف سے بچاؤ کے لیے دل میں اللہ پر اعتماد کی قوت' اور اس مقصد کے حصول کے لیے اللہ پر یقین ہے۔

(۳۹) اللہ تعالیٰ نے عقل اور عقل والوں کی تعریف کی ہے اور بتایا ہے کہ عقل والے ہی آیات الٰہی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ (عقل کا لغوی معنی باندھنا اور روکنا ہے) عقل وہ ہوتی ہے جو نفع مند حقائق کو سمجھ کر قابو کر لیتی ہے اور ان کے مطابق کام کرتی ہے۔ وہ انسان کو برے کاموں سے روک کر رکھتی ہے۔ اس کو ''حِجر'' ''لُبّ اور نُهيَة'' (جمع نُهٰی) بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو نقصان دہ کاموں سے

منع کرتی اور محفوظ رکھتی ہے۔

(۴۰) علم سے مراد ہدایت کو دلائل کے ساتھ پہچاننا ہے' چنانچہ وہ مطلوب اور مفید مسائل کو' ان کے دلائل کو اور ان تک پہنچنے کے ذرائع کو جاننے کا نام ہے۔ علم نافع سے مراد حق کو جاننا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ علم کے برعکس کیفیت کو جہل (جہالت' نادانی اور لاعلمی) کہتے ہیں۔

(۴۱) ''امت'' کا لفظ قرآن مجید میں چار انداز سے استعمال ہوا ہے۔ (ا) زیادہ تر مقامات پر ''امت'' کا مطلب ''لوگوں کی ایک جماعت یا گروہ'' ہے۔ (ب) کہیں اس سے مراد ''مدت'' ہوتی ہے۔ (ج) بعض اوقات اس سے ''دین'' اور ''ملت'' مراد ہوتی ہے۔ (د) اور بعض اوقات اس سے ''نیکی کا پیشوا'' مراد ہوتا ہے۔

(۴۲) استویٰ کا لفظ قرآن مجید میں تین معنوں میں آیا ہے۔ (ا) اگر یہ (علی) کے ساتھ استعمال ہو تو بلند ہونا مراد ہے' مثلاً ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (یونس: ۳/۱۰) ''پھر اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہوا'' (ب) اگر (الی) کے ساتھ مذکور ہو تو اس کا معنیٰ ''قصد'' ہوتا ہے' جیسے ﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى إِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ﴾ (البقرہ: ۲۹/۲) ''پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا تو انہیں برابر کر کے سات آسمان بنا دیا'' (ج) اگر یہ کسی حرف جر کے بغیر استعمال ہو تو ''کامل ہونا'' مراد ہوتا ہے۔ جیسے ﴿وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى﴾ (القصص: ۱۴/۲۸) ''جب آپ اپنی پوری طاقت کو پہنچے اور کامل ہو گئے۔''

(۴۳) توبہ' بہت سی آیات میں اس کا حکم آیا ہے اور توبہ کرنیوالوں کی تعریف اور ثواب کا ذکر ہوا ہے۔ توبہ کا معنی ہے: ''اللہ جس چیز کو ظاہراً اور باطناً ناپسند کرتا ہے' اس سے پلٹ کر اس چیز کی طرف آ جانا جسے اللہ تعالیٰ ظاہراً اور باطناً پسند کرتا ہے۔''

(۴۴) صراط مستقیم (سیدھا راستہ) جس پر قائم رہنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اس پر قائم رہنے والوں کی تعریف کی ہے۔ وہ ''اعتدال والا راستہ ہے جو اللہ کی رضامندی اور ثواب تک پہنچاتا ہے۔'' اور وہ ہے' نبی کریم ﷺ کے اقوال' افعال اور تمام احوال میں آپ کی پیروی کرنا۔

(۴۵) ذکر' جس کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ذکر کرنے والوں کی تعریف کی ہے اور ان کی دنیوی اور اخروی جزا بیان کی ہے۔ جب یہ مطلق (بلاقید) بولا جائے تو اس میں اللہ کے قریب کرنے والی ہر چیز شامل ہو جاتی ہے' مثلاً صحیح عقیدہ' مفید سوچ' اچھا اخلاق' قلبی یا بدنی نیکی' اللہ کی حمد و ثنا' اس کی تسبیح و تقدیس' شریعت کے اصولی اور فروعی مسائل سیکھنا' یا ایسے علوم سیکھنا جو شریعت کا علم حاصل کرنے میں معاون ہوں۔ یہ سب اللہ کے ذکر میں شامل ہے۔

❁ ❁ ❁

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور اُن کا معنی و مطلب

قرآن مجید میں اللہ کے بہت سے اسمائے حسنیٰ موقع محل کی مناسبت سے بار بار ذکر ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کے جامع معانی کی طرف اشارہ کر دیا جائے، چنانچہ ہم کہتے ہیں:

(۱) اسم مبارک (رب) بہت سی آیات میں آیا ہے۔ ''رب'' کا مطلب ہے اپنے تمام بندوں کو تدبیر اور طرح طرح کی نعمتوں کے ساتھ پالنے والا۔ اس کا ایک محدود تر مفہوم بھی ہے، یعنی اپنے چنے ہوئے بندوں کے دلوں، روحوں اور اخلاق کی اصلاح کر کے ان کی تربیت کرنے والا۔ وہ لوگ زیادہ تر اللہ کے اسی نام سے دعائیں کرتے ہیں، کیونکہ اس سے اس خاص تربیت کے طلب گار ہوتے ہیں۔

(۲) (اللّٰہ) کا مطلب ہے معبود۔ تمام مخلوق اس کی الوہیت اور عبودیت میں شامل ہے، کیونکہ وہ ان معبودانہ صفات کا حامل ہے جو صفات کمال ہیں۔

(۳) (الملک) ''بادشاہ'' اور (المالک) بادشاہی اسی کی ہے۔ اسی لیے وہ ''بادشاہ'' کی صفات سے متصف ہے، یعنی عظمت، کبریائی، غلبہ، تدبیر و انتظام وغیرہ۔ اسے تخلیق میں، احکامات جاری کرنے میں اور جزا و سزا دینے میں مطلقاً تصرف حاصل ہے۔ اوپر والا اور نیچے والا سارا جہان اس کی ملکیت ہے۔ سب اس کے بندے، مملوک اور محتاج ہیں۔ وہی اکیلا مالک ہے۔

(۴) (الواحد) ''ایک'' (الاحد) ''یکتا'': وہ تمام صفات کمال میں یکتا ہے۔ ان میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ بندوں کا فرض ہے کہ اسے عقلی طور پر، زبانی طور پر اور عملی طور پر ایک مانیں۔ یعنی اس کے کمال مطلق کا اعتراف کریں، وحدانیت صرف اسی کے لیے تسلیم کریں، اور ہر قسم کی عبادت صرف اکیلے کے لیے خاص کر دیں۔

(۵) (الصمد) ''بے نیاز'': یعنی وہی ذات ہے جس کی طرف تمام مخلوقات اپنی تمام ضرورتوں، تمام مجبوریوں اور تمام حالات میں متوجہ ہوتی ہیں، کیونکہ وہ اپنی ذات میں، اسماء میں، صفات میں اور افعال میں لامحدود کاملیت سے متصف ہے۔

(۶) (العلیم) ''علم رکھنے والا'' (الخبیر) ''خبر رکھنے والا'': جس کا علم ظاہر اور باطن کو محیط ہے۔ وہ چھپائی

ہوئی باتیں بھی جانتا ہے اور ظاہر کی ہوئی بھی' واجبات سے بھی باخبر ہے' اور ممکنات ومحالات سے بھی' وہ ماضی سے بھی واقف ہے' حال سے بھی اور مستقبل سے بھی' چنانچہ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔

(۷) (الحکیم) ''حکمت ودانائی والا'': اس کی تخلیق میں اور اس کے احکام میں اعلیٰ ترین حکمت پوشیدہ ہے۔ اس نے ہر چیز کو بہترین انداز سے پیدا فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ (المائدہ: ۵/ ۵۰) ''یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟'' وہ کسی چیز کو بے مقصد پیدا کرتا ہے' نہ بے فائدہ کوئی قانون جاری فرماتا ہے۔ دنیا وآخرت میں اسی کا فیصلہ نافذ ہے' تینوں طرح کے حکم اسی کے لیے ہیں۔ ان میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یعنی شریعت (اور احکام نافذ کرنے) میں بھی بندوں کے درمیان وہی فیصلہ کرتا ہے۔ تقدیر میں بھی' اور جزا وسزا میں بھی۔ حکمت کا مطلب ہے: ''ہر چیز کو اس کے مقام ومرتبہ پر رکھنا۔''

(۸) (الرحمن) ''مہربان'' (الرحیم) ''رحم کرنے والا'' (البر) ''احسان کرنے والا'' (الکریم) ''صاحب کرم'' (الجواد) ''سخی'' (الرءوف) ''شفقت کرنے والا'' (الوھاب) ''داتا'': یہ سب اسمائے مبارکہ قریب المعنی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت' احسان' سخاوت اور کرم کی صفات سے متصف ہے۔ اس کی رحمت وعطا لامحدود ہے۔ جو اس کی حکمت کے مطابق ہر موجود کو حاصل ہے۔ اس میں سے مومنوں کو وافر اور کامل تر حصہ نصیب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۷/ ۱۵۶) ''میری رحمت ہر شے کو محیط ہے' میں اسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کریں گے۔'' تمام نعمتیں اور احسان اس کی رحمت اور اس کے جودوکرم کا مظہر ہیں اور دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں اس کی رحمت کے نشان ہیں۔

(۹) (السمیع) ''سننے والا'' جو مختلف زبانوں میں' ہر قسم کی حاجات پر مشتمل تمام آوازیں سنتا ہے۔

(۱۰) (البصیر) ''دیکھنے والا'': جو ہر چھوٹی سے چھوٹی اور باریک سے باریک چیز کو دیکھتا ہے۔ وہ تاریک رات میں ٹھوس چٹان پر چلتی ہوئی سیاہ چیونٹی کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ سات زمینوں کے نیچے کی چیزوں کو بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح سات آسمانوں کے اوپر کی چیز کو۔ نیز وہ یہ بھی سنتا اور دیکھتا ہے کہ کون اس کی حکمت کے مطابق جزا کا مستحق ہے۔ یہ آخری معنی صفت حکمت ہی کا ایک پہلو اجاگر کرتا ہے۔

(۱۱) (الحمید) ''قابل تعریف'': وہ اپنی ذات کے لحاظ سے' اپنے اسماء کے لحاظ سے' صفات کے لحاظ سے اور افعال کے لحاظ سے (ہر طرح) قابل تعریف ہے۔ اس کے نام بہترین' اس کی صفات اور اس کے

افعال کامل ترین اور بہترین ہیں' کیونکہ اس کے افعال اس کے فضل کے مظہر ہیں یا اس کے عدل کے۔

(۱۲) (المجید) ''بزرگی والا'' (الکبیر) ''بڑائی والا'' (العظیم) ''عظمت والا'' (الجلیل) ''شان والا'': وہ بزرگی' عظمت اور شان کی صفات سے متصف ہے۔ وہ ہر چیز سے بڑا' عظیم' جلیل اور بلند ہے۔ اس کے اولیاء کے دل اس کی عظمت کے احساس سے بھرپور ہیں' لہٰذا اس کی کبریائی کے سامنے عجز وانکسار کا اظہار کرتے ہوئے سرنگوں ہیں۔

(۱۳) (العفو) ''بہت معاف کرنے والا'' (الغفور) ''گناہوں کو سدا بخشنے والا'' (الغفار) ''انتہائی معاف کرنے والا'': اس کی معاف کرنے کی صفت ہمیشہ سے معروف ہے اور بندوں کے گناہ بخش دینا سدا سے اس کی شان ہے۔ ہر کوئی اس کی معافی اور مغفرت کا محتاج ہے' جس طرح اس کی رحمت اور اس کے کرم کے بغیر کسی کو چارہ نہیں۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص معافی کے ذرائع اختیار کرے گا' اسے ضرور بخش دیا جائے گا۔ اس کا ارشاد ہے: ﴿ وَاِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی ﴾ (طٰہٰ: ۸۲/۲۰) ''میں بہت بخشنے والا ہوں اس کو' جو توبہ کرے' ایمان لائے' نیک عمل کرے' پھر ہدایت پر قائم رہے۔''

(۱۴) (التواب) ''توبہ قبول کرنے والا'': جو ہمیشہ سے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا اور رجوع کرنے والوں کے گناہ معاف کرنے والا ہے' لہٰذا جو بھی اللہ کے دربار میں سچے دل سے توبہ کرے' اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ وہ بندوں پر پہلے تو اس انداز سے التفات فرماتا ہے کہ انہیں توبہ کی توفیق دیتا اور ان کے دل اپنی طرف پھیر لیتا ہے۔ پھر اس انداز سے التفات فرماتا ہے کہ ان کی توبہ قبول کرکے ان کی غلطیوں سے درگزر فرماتا ہے۔

(۱۵) (القدوس) ''پاک'' (السلام) ''سلامتی والا'': یعنی وہ تمام نقائص سے پاک ہے اور اس بات سے بھی پاک ہے کہ مخلوق میں کوئی اس کی مثل ہو۔ وہ تمام عیوب سے منزہ ہے اور اس بات سے بھی منزہ ہے کہ کوئی مخلوق کسی صفت کمال میں اس کی مثل یا اس سے قریب ہو۔ ارشاد ہے: ﴿ لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ﴾ (الشوریٰ: ۱۱/۴۲) ''کوئی چیز اس کی مثل نہیں'' ﴿ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ﴾ (الاخلاص: ۴/۱۱۲) ''اس کا کوئی ہم سر نہیں'' ﴿ هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِیًّا ﴾ (مریم: ۶۵/۱۹) ''کیا تجھے کوئی اس کے برابر کا معلوم ہے؟'' ﴿ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا ﴾ (البقرۃ: ۲۲/۲) ''دوسروں کو اللہ کے جوڑ کا قرار نہ دو۔'' ''قدوس'' اور ''سلام'' کا مفہوم باہم مشابہ ہے۔ ان دونوں میں اللہ تعالیٰ سے نقص کی ہر لحاظ سے نفی پائی جاتی ہے اور ہر لحاظ سے کمال مطلق کا اثبات ہوتا ہے' کیونکہ جب

نقص کی نفی ہو جائے تو اس سے کمال کا اثبات ہوتا ہے۔

(۱۶) (العلی ' الاعلی) ''بلند' سب سے بلند'': اسے ہر لحاظ سے مطلق بلندی حاصل ہے۔ ذاتی طور پر بھی علو اور صفات اور قدر و منزلت کا علو' غلبہ واقتدار کا علو۔ وہی عرش پر مستوی ہے اور اقتدار کا مالک ہے۔ وہ عظمت' کبریائی' جلال اور کمال کی تمام تر صفات سے بہرہ ور ہے' جن کے آگے کمال کا کوئی درجہ نہیں۔

(۱۷) (العزیز) ''با اقبال'': اسے ہر طرح کا اقبال حاصل ہے۔ قوت کا اقبال' غلبہ کا اقبال' امتناع کا اقبال' یعنی کوئی مخلوق اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ تمام مخلوقات اس کے آگے دبی ہوئی ہیں' اس کی مطیع ہیں اور اس کی عظمت کو دل سے تسلیم کرتی ہیں۔

(۱۸) (القوی) ''قوت والا'' (المتین) ''زبردست'': ان صفات کا مفہوم بھی العزیز والا ہے۔

(۱۹) (الجبار): اس کا مطلب سب سے بلند بھی ہے' زبردست بھی' جس کے سامنے کوئی بولنے کی جرأت نہ کر سکے اور اس کا معنی شفقت کرنے والا' ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا بھی ہے۔ ضعیفوں' عاجزوں اور پناہ کے طالبوں کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنے والا ہے۔

(۲۰) (المتکبر) ''کبریائی والا'': یعنی اتنا عظیم کہ اس کی طرف کسی برائی' نقص یا عیب کی نسبت نہیں ہو سکتی۔

(۲۱) (الخالق) ''پیدا کرنے والا'' (الباریٔ) ''عدم سے وجود بخشنے والا'' (المصور) ''صورتیں بنانے والا'': جس نے تمام موجودات کو پیدا کیا' انہیں وجود بخشا اور اپنی حکمت کے ساتھ ٹھیک بنایا' اور اپنی حمد و حکمت کے ساتھ ان کی صورت گری کی۔ وہ ازل سے اس وصف عظیم کا حامل ہے۔

(۲۲) (المؤمن) ''تصدیق کرنے والا'': جس نے اپنی صفات کمال' اور کمال جلال و جمال کے ساتھ اپنی تعریف فرمائی۔ جس نے دلائل و براہین کے ساتھ رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں۔ اس نے معجزات اور دلائل کے ساتھ اپنے رسولوں کی تصدیق فرمائی' جن سے ان کا سچا ہونا اور ان کی لائی ہوئی شریعت کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا۔

(۲۳) (المھیمن) ''نگران'': یعنی پوشیدہ باتوں اور دلوں کے رازوں سے باخبر' جسے ہر چیز کا علم ہے۔

(۲۴) (القدیر) ''قدرت رکھنے والا'': جس کی قدرت کامل ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے تمام اشیاء کو وجود بخشا' اپنی قدرت سے ان کی تدبیر کی' اپنی قدرت سے انہیں درست اور محکم بنایا۔ وہ اپنی قدرت سے زندہ کرتا اور موت دیتا ہے' اور اپنی قدرت سے بندوں کو جزا و سزا کے لیے اٹھائے گا' پھر نیکی کرنے والے کو نیکی کا انعام دے گا اور برائی کرنے والے کو برائی کی سزا۔ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو (کن) کہتے ہی وہ چیز ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی قدرت سے دلوں کو پلٹتا اور اپنی مشیت کے مطابق ان کو

پھیرتا ہے۔

(۲۵) (اللطیف) ''باریک بین' مہربانی کرنے والا'': اس کا علم تمام خفیہ معاملات اور اسرار کو محیط ہے۔ وہ پوشیدہ اشیاء' ہر کسی کے باطن' اور باریک معاملات سے باخبر ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنے مومن بندوں پر لطف وکرم کرنے والا ہے۔ اس لطف واحسان کی وجہ سے وہ ان تک ان کے فائدے کی اشیاء اس انداز سے پہنچا دیتا ہے کہ انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا۔ گویا اللہ کا یہ نام مبارک (الخبیر) کا معنیٰ بھی رکھتا ہے اور (الرءوف) کا معنیٰ بھی۔

(۲۶) (الحسیب) ''حساب لینے والا' کافی ہو جانے والا'': وہ اپنے بندوں (کے حالات) سے باخبر ہے۔ توکل کرنے والوں کو کافی ہو جاتا ہے۔ اپنے بندوں کو اپنی حکمت اور اپنے علم کے مطابق ان کے چھوٹے بڑے اعمال کی جزا وسزا دیتا ہے۔

(۲۷) (الرقیب) ''نگران'': دلوں میں پوشیدہ خیالات سے باخبر' ہر کسی کے اعمال ملاحظہ فرمانے والا' جو مخلوقات کی حفاظت کرتا ہے اور انہیں بہترین نظام کے ساتھ اور مکمل نظم وضبط کے ساتھ چلاتا ہے۔

(۲۸) (الحفیظ) ''حفاظت کرنے والا'': جو اپنی مخلوقات کی حفاظت کرتا ہے' اس کا علم اس کی تخلیق کردہ تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ گناہوں اور ہلاکت کے کاموں سے اپنے دوستوں کی حفاظت کرتا ہے۔ حرکات وسکنات میں ان پر لطف وکرم فرماتا ہے۔ وہ بندوں کے تمام اعمال اور ان کی جزا وسزا کی تفصیلات سے باخبر ہے۔

(۲۹) (المحیط) ''احاطہ کرنے والا'': کوئی چیز اس کے علم' قدرت' رحمت اور اقتدار کے دائرے سے باہر نہیں۔

(۳۰) (القہار) ''ہر چیز پر غالب'': جس کے سامنے کوئی سر نہیں اٹھا سکتا۔ تمام مخلوقات اس کے سامنے سرنگوں ہیں۔ سب اس کی شان' قدرت' طاقت اور اقتدار کامل کے سامنے عاجز اور سرافگندہ ہیں۔

(۳۱) (المقیت) ''روزی رساں'': جو ہر موجود کو اس کی غذا پہنچاتا ہے اور انہیں رزق بہم پہنچاتا ہے۔ اپنی حکمت اور حمد کے ساتھ جس طرح چاہتا ہے روزیاں تقسیم کرتا ہے۔

(۳۲) (الوکیل) ''کام بنانے والا' مشکل کشا'': جو اپنے علم' کامل قدرت اور کامل حکمت کے ساتھ مخلوقات کے کام سنوارتا ہے' جو اپنے اولیاء سے محبت رکھتا ہے' انہیں آسانیاں مہیا فرماتا اور مشکلات سے بچاتا ہے۔ جو اسے اپنا کارساز مان لے' اسے کسی اور کی محتاجی نہیں رہتی۔ ارشاد ہے: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۵۷) ''اللہ مومنوں کا دوست ہے' انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔''

(۴۳) (ذوالجلال والاکرام) ''عظمت والا اور عزت افزائی کرنے والا'': وہ عظمت و کبریائی سے متصف ہے۔ رحمت اور سخاوت والا ہے۔ اس کا عمومی احسان بھی ہے اور خصوصی احسان بھی۔ وہ اپنے دوستوں اور مقربین کو عزت بخشتا ہے۔ وہ اس کی عظمت وجلالت شان کو پیش نظر رکھتے اور اس سے محبت رکھتے ہیں۔

(۴۴) (الودود) ''محبت کرنے والا اور محبوب'': وہ اپنے نبیوں رسولوں اور ان کی اتباع کرنیوالوں سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس کی محبت سے سرشار ہیں۔ وہ انہیں ہر شے سے زیادہ پیارا ہے۔ ان کے دل اس کی محبت سے لبریز ہیں۔ ان کی زبانیں اس کی حمد و ثنا میں مصروف رہتی ہیں۔ ان کے دل ہر لحاظ سے انابت' اخلاص اور محبت سے اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔

(۴۵) (الفتاح) ''فیصلہ کرنے والا' کھولنے والا'': وہ شرعی احکام کے ذریعے سے' تقدیر کے فیصلوں کے ذریعے اور جزا اور سزا کے ذریعے سے اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے۔ وہ اپنے لطف و کرم سے سچے لوگوں کی چشم بصیرت کو کھول دیتا ہے' ان کے دل اپنی معرفت' محبت اور اپنی طرف جھکاؤ کے لیے کھول دیتا ہے۔ اپنے بندوں کے لیے رحمت کے اور طرح طرح کے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے۔ انہیں وہ اسباب مہیا فرماتا ہے جن سے انہیں دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب ہو جائے۔ ارشاد ہے: ﴿مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (فاطر: ۲/۳۵) ''اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھولتا ہے' اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے روک لے اس کے بعد اس (رحمت) کو کوئی نہیں بھیج سکتا۔''

(۴۶) (الرزاق) ''رزق دینے والا'': وہ اپنے تمام بندوں کو رزق دیتا ہے۔ زمین میں چلنے والی جو بھی چیز ہے اس کا رزق اللہ ہی کے ذمے ہے۔ اس کی طرف سے بندوں کو ملنے والے رزق کی دو قسمیں ہیں۔

رزق عام: اس میں نیک و بد' پہلے اور پچھلے سب شریک ہیں۔ یہ ابدان کا رزق ہے۔

رزق خاص: یہ دلوں کا رزق ہے اور دلوں کو غذا علم اور ایمان سے ملتی ہے۔

رزق حلال وہ ہوتا ہے جو دین کی درستی کے لیے مدو معاون ثابت ہو۔ یہ مومنوں کے لیے مخصوص ہے۔ تاہم یہ انہیں اپنے اپنے مرتبے کے مطابق (کم و بیش) ملتا ہے' جیسے بھی رب کی حکمت و رحمت کا تقاضا ہوتا ہے۔

(۴۷) (الحکم) ''فیصلے کرنے والا'' (العدل) ''انصاف کرنے والا'': وہ دنیا اور آخرت میں عدل و انصاف کے ساتھ بندوں کے فیصلے کرتا ہے۔ وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا' نہ کسی پر کسی اور کا بوجھ لادتا ہے' نہ بندے کو اس کے گناہوں سے زیادہ سزا دیتا ہے۔ وہ ہر حق دار کو اس کا حق پہنچاتا ہے' چنانچہ

وہ تدبیر میں بھی اور تقدیر میں بھی (العدل) ''انصاف کرنے والا'' ہے۔ ﴿ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ (ھود: ۵۶/۱۱) ''میرا رب سیدھی راہ پر قائم ہے''۔

(۳۸) (جامع الناس): وہ لوگوں کو اس دن جمع کرے گا جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں۔ وہ ان کے عملوں اور رزقوں کو بھی جمع کرنے والا ہے' چنانچہ ہر چھوٹا بڑا عمل اس کے شمار میں ہے۔ وہ پہلے اور پچھلے مردوں کے بکھر جانے والے اور تبدیل ہو کر مٹی بن جانے والے اعضاء کو بھی اپنی کامل قدرت وعلم کے ساتھ جمع کر لے گا۔

(۳۹) (الحی' القیوم) ''زندہ' قائم رہنے اور رکھنے والا'': اس کی حیات کامل اور ذاتی طور پر قائم ہے اور آسمان اور زمین والوں کو قائم رکھنے والا ہے۔ ان کے تمام انتظامات' رزق اور تمام حالات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ ''الحی'' صفات ذاتیہ کا جامع نام ہے اور ''القیوم'' صفات افعال کا جامع ہے۔

(۴۰) (النور) ''روشنی' روشن کرنے والا'': وہ آسمانوں اور زمین کو روشن کرنے والا ہے۔ اس نے عارفین کے دل معرفت اور ایمان کے ساتھ منور فرما دیے اور ان کے دلوں کو ہدایت کے نور سے روشن فرمایا۔ اس نے آسمان اور زمین کو اپنے پیدا کیے ہوئے انوار سے روشن کر رکھا ہے۔ اس کا پردہ بھی نور ہے۔ اگر وہ اسے ہٹا دے' تو اس کے چہرۂ انور کے جلووں سے تمام مخلوق فنا ہو جائے۔

(۴۱) (بدیع السماوات والارض) ''آسمان اور زمین کا موجد'': جس نے انہیں کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا فرمایا۔ ان کی تخلیق انتہائی حسن وجمال اور تخلیق بے مثال اور عجیب وغریب پختہ نظام پر قائم ہے۔

(۴۲) (القابض' الباسط) ''محدود کرنے والا' وسیع کرنے والا'': وہ رزق کو تنگ کرتا ہے' روحوں کو قبض کرتا ہے' رزق کو وسیع کرتا ہے' دلوں کو کھولتا ہے اور یہ سب کچھ اس کی رحمت اور حکمت کے تحت ہے۔

(۴۳) (المعطی' المانع) ''دینے والا' روک لینے والا'': وہ جو کچھ دینا چاہے' کوئی اس میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اور جس چیز کو وہ روک لے' کوئی عطا نہیں کر سکتا' لہٰذا تمام نعمتیں اور فوائد اس سے مانگنا چاہئیں' ان کے لیے اس کی طرف رغبت کرنا چاہیے۔ وہی اپنی حکمت ورحمت کی بنا پر جسے چاہتا ہے' وہ نعمتیں اور فوائد عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے۔

(۴۴) (الشھید) ''گواہ' حاضر ناظر'': جو ہر چیز سے باخبر ہے۔ وہ تمام آوازیں سنتا ہے' خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ وہ تمام موجودات کو دیکھتا ہے' خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ وہ بندوں کے اعمال کے مطابق ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہ ہے۔

(۴۵) (المبدئ' المعید) ''ابتدا کرنے والا' دہرانے والا'': اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ (الروم: ۲۷/۳۰) ''وہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے' پھر دوبارہ پیدا کرے گا۔''
اس نے اپنی مخلوق کو پہلی بار اس لیے پیدا کیا ہے کہ ان کو آزمائے کہ کون بہترین عمل کرتا ہے' پھر دوبارہ پیدا کرے گا' تاکہ نیکی کرنے والوں کو نیکیوں کی جزا دے اور برے کام کرنے والوں کو ان کی بداعمالیوں کی سزا دے۔ اسی طرح وہ اپنی مخلوقات کو ایک تدریج کے ساتھ ابتداءً پیدا کرتا ہے اور پھر اس کا ہر وقت اعادہ کرتا رہتا ہے۔

(۴۶) (الفعّال لما یرید) ''جو چاہے کرنے والا' مختار کل'': اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی قوت کامل اور اس کی قدرت اور مرضی نافذ ہونے والی ہے۔ وہ جو کام کرنا چاہے کر لیتا ہے' اسے کوئی روکنے والا نہیں' اس پر کوئی اعتراض کر کے رکاوٹ ڈالنے والا نہیں' نہ اسے کسی بھی کام کے لیے کسی مددگار کی ضرورت ہے' بلکہ وہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اسے کہتا ہے: (کُنْ) ''ہو جا'' وہ ہو جاتی ہے۔ وہ اگرچہ جو چاہے کر سکتا ہے' تاہم اس کا ارادہ اس کی حکمت کے تابع ہے۔ اس کی قدرت کامل اور اس کی مشیت پوری ہونے والی ہے اور اس نے جو کچھ کیا ہے' جو کر رہا ہے' جو کرے گا ان سب میں اس کی حکمت موجود ہے۔

(۴۷) (الغنی) ''بے پروا' جو کسی کا محتاج نہیں'' (المغنی) ''غنی کرنے والا'': وہ غنی ہے' جسے ہر پہلو اور ہر اعتبار سے مکمل اور لامحدود غنا و استغنا حاصل ہے' کیونکہ وہ خود بھی کمال سے متصف ہے اور اس کی صفات بھی اس قدر کامل ہیں کہ ان میں کسی لحاظ سے کسی نقص کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا غنا کے برعکس کیفیت میں ہونا ممکن نہیں' کیونکہ غنا اس کی ذاتی لازمی صفات میں سے ہے' آسمان و زمین کے خزانے' بلکہ دنیا اور آخرت کے خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ اپنی تمام مخلوقات کو عمومی غنا عطا فرماتا ہے اور اپنے خاص بندوں کے دلوں پر ربانی معارف اور ایمانی حقائق کا فیض پہنچا کر غنی کر دیتا ہے۔

(۴۸) (الحلیم) ''حلم اور بردباری والا'': جو اپنی مخلوقات پر ظاہری اور باطنی نعمتیں نازل فرماتا رہتا ہے' حالانکہ وہ گناہ اور بے شمار لغزشوں کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ وہ نافرمانوں کو فوری سزا دینے کے لیے بردباری کرتے ہوئے انہیں موقع دیتا ہے کہ توبہ کر لیں اور انہیں مہلت دیتا ہے کہ اس کی طرف رجوع کر لیں۔

(۴۹) (الشاکر) ''قدردانی کرنے والا'' (الشکور) ''قدردان'': جو تھوڑے سے عمل کی قدر کرتے ہوئے اسے بھی شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور بے شمار لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے اور اہل اخلاص کے اعمال کا ثواب بے حساب بڑھا دیتا ہے۔ جو شکر کرنے والوں کی قدر کرتا ہے اور ذکر کرنے والوں کو یاد فرماتا ہے۔ بندہ کوئی نیکی کر کے اس کا جس قدر تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ قرب عطا فرماتا ہے۔

(۵۰) (القریب) ''نزدیک'' (المجیب) ''قبول کرنے والا'': یعنی وہ ہر کسی سے قریب ہے۔ اس کا قرب دو انداز کا ہے۔ ایک عمومی قرب اس لحاظ سے کہ اللہ اس کا علم رکھنے والا' اس (کے حالات و اعمال) سے

باخبر، اس کی نگرانی کرنے والا، اسے دیکھنے والا، اور اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔ دوسرا خاص قرب جو اس کی عبادت کرنے والوں، اس سے سوال کرنے والوں اور اس سے محبت رکھنے والوں کو حاصل ہوتا ہے، یہ قرب ایسا ہے کہ اس کی حقیقت کا ادراک ممکن نہیں۔ البتہ اس کے اثرات معلوم ہو سکتے ہیں، مثلاً بندے پر لطف وکرم، اس پر عنایتیں، توفیق وہدایت وغیرہ۔ دعا کی قبولیت اور عبادت پر ثواب بھی اس قرب کا ایک مظہر ہے۔ اس کی قبولیت بھی ایک عام ہے ایک خاص۔ وہ تمام دعا کرنے والوں کی دعا عمومی طور پر قبول کرنے والا ہے، وہ جو بھی ہوں، جہاں بھی ہوں، جس حال میں بھی ہوں۔ ان سے اس نے وعدہ بھی مطلق کیا ہے۔ اس کی خصوصی قبولیت ان کے لیے ہے جو اس کے احکام تسلیم کرتے اور اس کی شریعت کی پابندی کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ ان لاچار اور مجبور بندوں کی دعا بھی قبول کرتا ہے، جنہیں مخلوق سے کوئی امید نہ رہی ہو اور ان کا اللہ کے ساتھ طلب، امید اور خوف کا تعلق مضبوط ہو چکا ہو۔

(۵۱) (الکافی) ''کفایت کرنے والا'': وہ اپنے بندوں کی تمام حاجتیں پوری کرنے والا ہے۔ یہ عمومی کفایت ہے۔ اس کی خصوصی کفایت اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو اس پر ایمان لائے، اس پر توکل کرے اور دنیا ودین کی تمام حاجتیں اس سے مانگے۔

(۵۲) (الاول) ''پہلا'' (الآخر) ''آخری'' (الظاھر) ''ظاہر'' (الباطن) ''پوشیدہ'': نبی ﷺ نے ان اسمائے حسنیٰ کی ایک واضح اور جامع تشریح فرمادی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: «اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَکَ شَیْءٌ» ''تو ہی اول ہے، تجھ سے پہلے کچھ نہیں تھا۔ تو ہی آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں۔ تو ظاہر ہے تجھ سے بلند تر کوئی چیز نہیں، تو باطن ہے تجھ سے قریب تر کوئی چیز نہیں۔''[1]

(۵۳) (الواسع) ''وسعت والا'': جس کی صفات، اور صفات کے متعلقات بے حد وسیع اور لامحدود ہیں۔ کوئی اس کی حمد وثنا کما حقہ ادا نہیں کر سکتا۔ بس وہ ویسے ہی ہے جیسے اس نے اپنی تعریف خود فرمائی ہے۔ اس کی عظمت اور سلطنت بھی بے انتہا وسیع ہے، اس کا فضل واحسان بھی وسیع ہے۔ اس کے جود وکرم کی بھی انتہا نہیں۔

(۵۴) (الھادی) ''ہدایت دینے والا'' (الرشید) ''ہدایت دینے والا، حکمت والا'': وہ ہر فائدے کے حصول اور ہر ضرر سے بچاؤ کے لیے اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتا ہے اور انہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جسے وہ نہیں جانتے، وہ انہیں ہدایت نصیب فرماتا ہے، ان کے دلوں میں تقویٰ ڈالتا ہے، ان کے دلوں کو اپنی طرف رجوع کرنے والے اور اپنے احکامات کی تعمیل کرنے والے بناتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم، حدیث: ۲۷۱۳

رشید کے ایک معنی حکیم کے بھی ہیں۔ وہ اپنے ارشادات وافعال میں صاحب حکمت ہے۔ اس کی شریعت کے تمام احکام خیر، ہدایت اور حکمت پر مشتمل ہیں۔ اس کی تمام مخلوقات میں حکمت پائی جاتی ہے۔

(۵۵) (الحق) ''حقیقت، سچا'': وہ اپنی ذات وصفات میں حق ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ کامل صفات سے متصف ہے۔ موجود ہونا اس کی ذات کے لوازم میں سے ہے۔ اس کے بغیر کسی چیز کا وجود ممکن نہیں۔ وہ ہمیشہ سے جلال، جمال اور کمال کی صفات سے متصف ہے، اور ہمیشہ ان صفات سے موصوف رہے گا۔ وہ ازل سے احسان کے ساتھ معروف ہے اور ہمیشہ یوں ہی رہے گا۔ اس کا قول بھی حق ہے۔ اس کا فعل بھی حق ہے۔ اس کی ملاقات (اور قیامت) بھی حق ہے۔ اس کے رسول حق ہیں، اس کی کتابیں حق ہیں۔ اس کا دین حق (اور سچا) ہے، اس اکیلے کی عبادت حق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس سے جس چیز کی بھی نسبت ہے وہ حق ہے۔ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ﴾ (الحج: ۶۲/۲۲) ''یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے، اور اس کے سوا، جس جس کو پکارتے ہیں، وہ سراسر باطل ہے، اور اللہ ہی بلندیوں والا اور بڑا ہے۔'' ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ﴾ (الکھف: ۲۹/۱۸) ''فرما دیجیے، حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، لہٰذا جو شخص چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرلے'' ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (یونس: ۳۲/۱۰) ''حق کو چھوڑ کر گمراہی کے سوا کیا رہ جاتا ہے'' ﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (الاسراء: ۸۱/۱۷) ''فرما دیجیے، حق آ گیا، اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل کو مٹنا ہی تھا''

والحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات.

وصلی اللّٰہ علی محمد، وعلیٰ آلہ واصحابہ، ومن تبعھم الی یوم الدین.

راقم الحروف اپنے رب کا فقیر عبدالرحمٰن بن ناصر بن عبداللہ بن ناصر السعدی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی، اس کے والدین کی، اس کے اساتذہ، احباب اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے، آمین۔

فضائل وآدابِ قرآن

فضيلة الشيخ حافظ صلاح الدين يوسف حفظه الله

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اس اعتبار سے یہ بھی آخری پیغمبر کی طرح آخری آسمانی کتاب ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں' اسی طرح قرآن کریم کے بعد کوئی آسمانی وحی کسی پر نازل نہیں ہوگی۔ اسی لئے قرآن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے نصیحت قرار دیا: ﴿ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (سورة القلم: ٥٢/٦٨)

اب یہی قرآن کریم قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے کتاب ہدایت اور دستور حیات ہے۔ جن افراد یا اقوام نے اس سے اپنا تعلق جوڑا' اس سے رہنمائی حاصل کی اور اسے اپنا دستور العمل بنایا' وہ یقیناً دین ودنیا کی سعادتوں سے ہم کنار اور اس سے اعراض وتغافل کرنے والے ذلیل وخوار ہوں گے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَاماً وَّيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ» (صحيح مسلم' صلاة المسافرين' باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه..... الخ' ح: ٨١٧)

''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے سے بہت سے لوگوں کو بلندی عطا فرماتا ہے اور کچھ دوسروں کو پستی میں دھکیل دیتا ہے۔''

یہ سرفرازی انہی لوگوں کا مقدر بنتی ہے جو قرآن کے احکام بجالاتے اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کے برعکس کردار کے حامل لوگوں کے لئے بالآخر ذلت و رسوائی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو اللہ نے اسلام کی ابتدائی چند صدیوں میں ہر جگہ سرخ رو کیا اور انہیں بلندیاں عطا کیں' کیونکہ وہ قرآن کے حامل اور عامل تھے۔ اس پر عمل کی برکت سے وہ دین ودنیا کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے۔ لیکن مسلمانوں نے جب سے قرآن کے احکام وقوانین پر عمل کرنے کو اپنی زندگی سے خارج کر دیا' تب ہی سے ان پر ذلت ورسوائی کا عذاب مسلط ہے۔

بنابریں ضروری ہے کہ مسلمانوں کا تعلق قرآن کریم کے ساتھ صحیح معنوں میں دوبارہ جوڑنے کی کوشش کی جائے' تاکہ وہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح اس سے کسب فیض کر کے اپنی زندگی کی راہوں کو روشن اور متعین کر سکیں۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ تفسیر کے آغاز میں ایک تو قرآن کریم کے فضائل مختصراً بیان کر دیے

جائیں تاکہ لوگوں میں قرآن پڑھنے کی ترغیب پیدا ہو۔

ثانیاً: تلاوت قرآن کے آداب پر بھی کچھ روشنی ڈال دی جائے تاکہ قرآن پڑھنے کے فوائد بھی انہیں حاصل ہوسکیں' کیونکہ جب تک کسی کام کو اس کے آداب وشرائط کے مطابق نہ کیا جائے' اس کے ثمرات حاصل نہیں ہوتے۔

ثالثاً: قرآن کریم میں تدبر اور غور وفکر کی اہمیت کو اجاگر کردیا جائے' کیونکہ جب تک قرآن کے معانی و مطالب کو نہ سمجھا جائے' اللہ کی پسند و ناپسند کا علم نہ ہو' اس وقت تک قرآن کے پڑھنے کا اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اُخروی ثواب تو بلا سمجھے پڑھنے سے بھی حاصل ہو جائے گا' لیکن دنیا میں ہماری زندگیوں میں محض تلاوت سے کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ یہ تبدیلی اسی وقت آ سکتی ہے جب ہم قرآن کریم کو سمجھتے ہوئے اس نیت سے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے مخاطب ہے اور ہم اس کے مخاطب ہیں۔ وہ ہمیں زندگی گزارنے کے جو اصول اور ضابطے بتلا رہا ہے' ہم انہیں اختیار کریں گے اور اپنے شب و روز کے معمولات کو ان کے مطابق بنائیں گے۔ کیونکہ عمل ہی اصل بنیاد ہے' اس کے بغیر قرآن کا محض سمجھ لینا بھی بے فائدہ ہے۔ سمجھنے کا اصل مقصد اس پر عمل کرنا ہو' تب وہ سمجھنا ہی اصل سمجھنا ہے کیونکہ وہی مفید اور نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ ورنہ ایک شخص یہ سمجھ بھی لے کہ یہ سنکھیا (زہر) ہے جس سے بچنا ضروری ہے' لیکن وہ اس سے بچنا ضروری نہ سمجھے' بلکہ اسے کھا جائے تو ظاہر بات ہے کہ اس کی ہلاکت یقینی ہے۔

فضائل قرآن: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ' وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ' وَلَامٌ حَرْفٌ' وَمِيْمٌ حَرْفٌ)) (جامع الترمذی' فضائل القرآن' باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن ماله من الاجر' ح: ۲۹۱۰)

''جس شخص نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کا ایک حرف پڑھا' اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے' بلکہ الف ایک حرف ہے' لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے''۔

یعنی یہ تین حرفوں سے مرکب ہے اور اس کے پڑھنے والے کو ۳۰ نیکیاں ملیں گی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ)) (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' باب فضل قراءۃ

القرآن...... الخ' ح:٨٠٤)

"قرآن (کثرت سے) پڑھا کرو اس لئے کہ قیامت کے دن یہ اپنے ساتھیوں (پڑھنے والوں) کے لئے سفارشی بن کر آئے گا۔"

سفارشی کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو قوت گویائی عطا فرمائے گا اور وہ اپنے قاری اور عامل کے گناہوں کی مغفرت کا اللہ سے سوال کرے گا جسے اللہ قبول فرمائے گا' جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی سفارش کی قبولیت کی نوید دی گئی ہے۔ اسی طرح بہت سی سورتوں کی فضیلت میں بھی یہ چیز بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والوں کی مغفرت کے لئے اللہ کی بارگاہ میں کوشش کریں گی۔ مثلاً ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَهْلِهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلُ عِمْرَانَ وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ' مَا نَسِيتُهُنَّ بَعْدُ' قَالَ: كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ' بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا» (صحیح مسلم' صلاة المسافرين' باب فضل قراءة القرآن...... الخ' ح:٨٠٥)

"قیامت کے دن قرآن کو اور ان لوگوں کو جو (دنیا میں) اس قرآن پر عمل کرتے تھے (بارگاہ الٰہی میں) پیش کیا جائے گا' سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ان کے آگے ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں ابھی تک نہیں بھولا' آپ نے فرمایا: (وہ سورتیں اس طرح آئیں گی) گویا کہ وہ دو بدلیاں یا دو سیاہ سائبان ہیں' ان کے درمیان روشنی ہے۔ یا وہ دونوں (ایسے آئیں گی) گویا کہ وہ پر پھیلائے پرندوں کے دو جھنڈ ہیں' وہ دونوں سورتیں (اس طرح آ کر) اپنے (پڑھنے اور عمل کرنے والے) ساتھیوں کی طرف سے اللہ سے جھگڑیں گی۔"

اسی طرح کی فضیلت قرآن کریم کی متعدد سورتوں کی احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد نبوی کے صفے (چبوترے) پر (جہاں اصحاب صفہ ہوتے تھے) بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ روزانہ صبح صبح بطحان جگہ یا وادی عقیق جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ یا قطع رحمی کے دو بلند کوہان اونٹ لے کر آئے۔ ہم نے کہا' اے اللہ کے رسول! ہم (سب ہی) یہ پسند کرتے ہیں (کہ اس طرح روزانہ دو اونٹ ہمیں مل جائیں) آپ نے فرمایا: "تو پھر تم میں سے ایک آدمی صبح کے وقت مسجد میں جا کر اللہ عزوجل کی کتاب کی دو آیتیں کیوں نہیں پڑھتا یا ان کا علم کیوں حاصل نہیں کرتا۔ یہ اس کے لئے دو اونٹوں سے بہتر ثابت ہوں گی اور

تین آیتیں تین اونٹوں سے اور چار چار سے اور اسی طرح جتنی آیتیں وہ پڑھے یا جانے گا' اتنے ہی اونٹوں سے وہ اس کے لئے بہتر ہوں گی۔" (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' باب فضل قراءۃ القرآن فی الصلاۃ و تعلمہ' ح :۸۰۳)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو وہ اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہے کہ ان کا گھوڑا (جو ایک طرف کھڑا ہوا تھا) بدکا۔ (انہوں نے اسے ایک نظر دیکھا) اور پھر پڑھنے لگے' کہ وہ دوبارہ بدکا' (انہوں نے اسے دیکھا اور) پھر پڑھنے میں مصروف ہو گئے' تو وہ پھر بدکا۔ اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حتی کہ مجھے اندیشہ محسوس ہوا کہ کہیں وہ (میرے لڑکے) یحیٰی کو نہ روند ڈالے۔ چنانچہ میں گھوڑے کی طرف گیا' تو دیکھا کہ میرے اوپر سائبان کی مثل کوئی چیز ہے اس میں دیے سے روشن ہیں (' میرے دیکھنے پر) وہ فضا میں اوپر چڑھنے شروع ہو گئے حتی کہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا ماجرا آپ کے سامنے بیان کیا' تو آپ نے قرآن مجید پڑھنے ہی کا حکم دیا۔ میں نے پھر (دوسری رات کو) پڑھا' تو گھوڑا اسی طرح بدکا' میں نے پھر آ کر بتلایا' تو آپ نے پڑھنے ہی کا حکم دیا۔ میں نے پھر (رات کو) پڑھا' تو اسی طرح کا منظر سامنے آیا اور مجھے یحیٰی کے کچلے جانے کا اندیشہ محسوس ہوا اور سائبان کی مثل چیز دیکھی جس میں چراغ سے روشن تھے' وہ آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے شروع ہو گئے حتی کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فرشتے تھے جو تیرا قرآن سن رہے تھے اور اگر تو پڑھتا رہتا تو صبح کو یہ منظر لوگ بھی دیکھتے۔ (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن' ح :۷۹۶)

ایک اور روایت میں ہے' مذکورہ تفصیل سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ (صحیح مسلم' ح:۷۹۵)

"یہ سکینت تھی جو قرآن کی وجہ سے نازل ہو رہی تھی۔"

سکینت سے مراد' طمانینت اور رحمت ہے جو فرشتوں کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ گویا تلاوت قرآن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے' جس میں طمانینت' تسکین اور راحت ہوتی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِی يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ' وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِی لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ' وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ' وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ»

(صحیح البخاری' باب الأطعمۃ' باب ذکر الطعام' ح:۵۴۲۷ و صحیح مسلم' صلاۃ

المسافرین، باب فضیلة حافظ القرآن، ح:۷۹۷)

''اس مومن کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا ہے، میٹھے لیمون (نارنگی) کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور اس کا ذائقہ بھی میٹھا ہے اور اس مؤمن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے۔ جس کی خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ میٹھا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، خوشبودار پودے (جیسے ناز بو، یاسمین وغیرہ) کی طرح ہے، جس کی خوشبو اچھی ہے اور اس کا ذائقہ تلخ ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا، اندرائن (تمہ) کی طرح ہے جس میں خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا مومن تو خوش رنگ اور خوش ذائقہ پھل کی طرح عنداللہ بھی مقبول ہے اور لوگوں میں بھی اس کی عزت ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا تاہم قرآن کا عامل ہے، اللہ کے ہاں اور لوگوں کی نظروں میں بھی اچھا ہے اور قرآن پڑھنے والے منافق (یا فاجر) کا ظاہر اچھا ہے لیکن باطن گندا اور تاریک ہے اور آخر میں اس منافق کا ذکر ہے جو قرآن نہیں پڑھتا، اس کا ظاہر اور باطن دونوں ناپاک ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ، لَهُ أَجْرَانِ» (صحیح البخاری، التفسیر، سورة عبس، ح:۴۹۳۷ و صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب فضل الماهر بالقرآن والذی یتتعتع فیه، ح:۷۹۸ واللفظ لمسلم)

''قرآن کا ماہر (قیامت کے دن) ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو (دنیا میں) وحی الٰہی لانے والے بزرگ اور نیکوکار ہوں گے۔ اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس کے پڑھنے میں اسے مشقت ہوتی ہے، اس کے لئے دگنا اجر ہے۔''

ماہر سے مراد قرآن کریم کا حافظ اور تجوید و حسن صوت سے پڑھنے والا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جو حافظ ہے نہ حسن صوت اور تجوید سے بہرہ ور، اس لئے قرآن فصاحت اور روانی سے نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن اس کے باوجود ذوق و شوق سے اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور پڑھنے میں اسے جو مشقت ہوتی ہے اسے برداشت کرتا ہے۔ اس مشقت کی وجہ سے اسے دگنا اجر ملے گا۔ تاہم دونوں ہی قرآن کریم کی وجہ سے خصوصی شرف و فضل سے بہرہ ور ہوں گے۔

اسی لئے ایک اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ

تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» (صحیح البخاری' فضائل القرآن' باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه' ح:۵۰۲۷)

''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور اسے (دوسروں کو) سکھلائے۔''

ایک اور حدیث میں' جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ' وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا' فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا» (سنن أبی داود' الوتر' باب كيف يستحب الترتيل في القراءة' ح:۱۴۶۴' جامع الترمذی' فضائل القرآن' باب ان الذی لیس فی جوفه من القرآن کالبیت الخرب...... ح:۲۹۱۴)

''صاحب قرآن (قرآن پڑھنے اور اسے حفظ کرنے والے) سے (قیامت کے دن) کہا جائے گا پڑھتا جا اور (درجے) چڑھتا جا اور اس طرح آہستہ آہستہ تلاوت کر جیسے تو دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا' پس تیرا مقام وہ ہوگا جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت ختم ہوگی۔''

یہی وہ اخروی فضیلت اور سعادت ابدی ہے' جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے حامل قرآن پر رشک کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں' جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' آپ نے فرمایا: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ' وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ» (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه......' ح:۸۱۵)

''سوائے دو آدمیوں کے کسی پر رشک کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن عطا کیا (یعنی اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) پس وہ اس کے ساتھ رات اور دن کی گھڑیوں میں قیام کرتا ہے (یعنی اللہ کی عبادت کرتا ہے) اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے مال ودولت سے نوازا' تو وہ اسے (اللہ کی راہ میں) رات اور دن کی گھڑیوں میں خرچ کرتا ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ' يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ' إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ' وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ» (صحیح مسلم' الذکر والدعاء' باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن......' ح:۲۶۹۹)

''جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس کا تکرار کرتے (یا درس دیتے) ہیں' تو ان پر (اللہ کی طرف سے)

سکینت (تسکین و رحمت) نازل ہوتی ہے، رحمت انہیں ڈھانک لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان فرشتوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔''

اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قرآن کا درس دیتے ہیں، یعنی قرآنی علوم و معارف پر مذاکرہ و مباحثہ کرتے ہیں۔ دوسرا مفہوم ہے کہ قرآن مجید کا باہم دور کرتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کو قرآن کریم سناتے ہیں۔ یہ دونوں ہی مفہوم صحیح ہیں، کیونکہ دونوں ہی کام محمود و مستحسن ہیں اور اللہ کی خصوصی رحمت و رضامندی کے باعث۔

بہر حال مذکورہ احادیث سے واضح ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اسے حفظ کرنا، اس پر عمل کرنا اس کی تفہیم و تدریس کے حلقے قائم کرنا، اس کی تعلیم و تعلم سے وابستہ ہونا، اس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و دعوت کا اہتمام کرنا، اس کے ساتھ راتوں کو قیام کرنا اور اس کا آپس میں دور کرنا، یہ سب کام نہایت پسندیدہ اور بڑے فضیلت والے ہیں۔ قیامت کے دن یہ سب وابستگان قرآن اللہ کے خصوصی قرب اور اس کی رضا سے بہرہ ور، اس کی رحمت و مغفرت سے شاد کام اور جنت کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہوں گے۔

اور ظاہر بات ہے کہ اللہ نے جن حاملین قرآن کے لئے یہ اخروی فضیلتیں رکھی ہیں، وہ دنیا میں اپنے قرآن پر عمل کرنے والوں کو ذلیل و رسوا نہیں کرسکتا، بلکہ وہ ان کو دنیا میں بھی عزت و وقار اور تفوق و غلبہ عطا کرنے پر قادر ہے۔ مسلمان قرآن پر عمل کر کے تو دیکھیں: ﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۳/۱۳۹)

قرآن کریم کا اعجاز اور اس کی تاثیر: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہے جو اپنے اعجاز و بلاغت اور تاثیر و فصاحت میں بے مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورت جیسی سورت بنا کر دکھانے کا چیلنج دیا، لیکن وہ عرب بھی، جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر اتنا ناز تھا کہ وہ اپنے ماسوا (غیر عربوں) کو عجمی (گونگے) کہا کرتے تھے، قرآن کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے۔

اس کی یہی تاثیر تھی کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جب سورۂ مریم کی تلاوت کی، تو وہ اور اس کے درباری قرآن کے حسن بیان اور اس کی صداقت سے سخت متاثر ہوئے اور ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے، حتی کہ وہ ایمان لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ سورۃ المائدۃ میں کھینچا ہے، فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ (المائدہ: ۵/۸۳)

''جب وہ، وہ قرآن سنتے ہیں جو رسول (ﷺ) کی طرف نازل ہوا، تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی

آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں، اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہتے ہیں، اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، پس تو ہمیں (ایمان کی) گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔''

سورۂ حٰمٓ السجدہ کی، جسے سورۂ فصلت بھی کہتے ہیں، شان نزول کی روایات میں بتلایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ سرداران قریش نے باہم مشورہ کیا کہ محمد (ﷺ) کے پیروکاروں کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہی ہو رہا ہے، ہمیں اس کے سدباب کے لئے ضرور کچھ کرنا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سب سے زیادہ بلیغ و فصیح آدمی ''عتبہ بن ربیعہ'' کا انتخاب کیا، تاکہ وہ آپ سے گفتگو کرے، چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں گیا اور آپ پر عربوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کا الزام عائد کر کے پیشکش کی کہ اس نئی دعوت سے اگر آپ کا مقصد مال و دولت کا حصول ہے، تو وہ ہم جمع کئے دیتے ہیں، قیادت و سیادت منوانا چاہتے ہیں تو آپ کو ہم اپنا لیڈر اور سردار مان لیتے ہیں، کسی حسین عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ایک نہیں ایسی دس عورتوں کا انتظام ہم کر دیتے ہیں اور اگر آپ پر آسیب کا اثر ہے، جس کے تحت آپ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں، تو ہم اپنے خرچ پر آپ کا علاج کروا دیتے ہیں۔ آپ نے اس کی تمام باتیں سن کر اس سورت کی تلاوت اس کے سامنے فرمائی، جس سے وہ بڑا متاثر ہوا۔ اس نے واپس جا کر سرداران قریش کو بتلایا کہ وہ جو چیز پیش کرتا ہے وہ جادو اور کہانت ہے نہ شعر و شاعری۔ مطلب اس کا آپ کی دعوت پر سرداران قریش کو غور و فکر کی دعوت دینا تھا۔ لیکن وہ غور و فکر کیا کرتے۔ الٹا عتبہ پر الزام لگا دیا کہ تو بھی اس کے سحر کا اسیر ہو گیا۔ یہ روایات مختلف انداز سے اہل سیر و تفسیر نے بیان کی ہیں۔ امام ابن کثیر اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی انہیں نقل کیا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''یہ روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قریش کا اجتماع ضرور ہوا، انہوں نے عتبہ کو گفتگو کے لئے بھیجا اور نبی ﷺ نے اسے سورت کا ابتدائی حصہ سنایا، جس سے وہ شدید متاثر ہوا''۔

قرآن کریم کی آیت ہے: ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (المائدہ: ۵/ ۱۱۸)

''اگر تو ان کو عذاب دے، تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے، تو تو غالب حکمت والا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! ان کا معاملہ تیری مشیت کے سپرد ہے۔ کیونکہ تو ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ (البروج: ۸۵/ ۱۶) اس بھی ہے ''جو چاہے کر سکتا ہے'' اور تجھ سے باز پرس کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ ﴿لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۲۳)

''اللہ جو کچھ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں ہوگی، البتہ لوگوں سے ان کے کاموں کی باز پرس ہوگی۔''

گویا آیت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کی عاجزی و بے بسی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی عظمت وجلالت اور اس کے قادر مطلق اور مختار کل ہونے کا بیان بھی اور پھر ان باتوں کے حوالے سے عفو ومغفرت کی التجا بھی۔ سبحان اللہ کیسی عجیب وبلیغ آیت ہے۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ ''ایک رات' نبی ﷺ پر نوافل میں اس آیت کو پڑھتے ہوئے' ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بار بار ہر رکعت میں اسے ہی پڑھتے رہے' حتی کہ صبح ہوگئی۔'' (مسند احمد: ١٤٩/٥)

اہل ایمان کی صفات میں اللہ نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ (الانفال: ٢/٨)

''مومن تو صرف وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں' تو ان کے ایمانوں میں اضافہ ہو جائے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ (الزمر: ٢٣/٣٩)

''قرآن سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔''

کیونکہ وہ ان وعیدوں اور تخویف وتہدید کو سمجھتے ہیں جو نافرمانوں کے لئے اس قرآن میں ہیں۔ پھر فرمایا:

﴿ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ (الزمر: ٢٣/٣٩)

''پھر ان کی جلدیں اور دل اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جاتے ہیں۔''

یعنی جب اللہ کی رحمت اور اس کے لطف وکرم کی امید ان کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے تو ان کے اندر سوز وگداز پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں اولیاء اللہ کی صفت بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے خوف سے ان کے دل کانپ اٹھتے' ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ مدہوش اور حواس باختہ ہو جائیں اور عقل وہوش باقی نہ رہے' کیونکہ یہ بدعتیوں کی صفت ہے اور اس میں شیطان کا دخل ہوتا ہے۔ (ابن کثیر) جیسے آج بھی بدعتیوں کی قوالی میں اس طرح کی شیطانی حرکتیں عام ہیں' جسے وہ ''وجد وحال یا سکر ومستی'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہل ایمان کا معاملہ اس بارے میں کافروں سے بوجوہ مختلف ہے۔ ایک یہ کہ اہل ایمان کا سماع' قرآن کریم کی تلاوت ہے' جب کہ کفار کا سماع' بے حیا مغنیات کی آوازوں میں گانا بجانا اور سننا ہے (۔ جیسے اہل بدعت کا سماع مشرکانہ غلو پر مبنی قوالیاں اور نعتیں ہیں) دوسرے یہ کہ اہل ایمان قرآن سن کر ادب وخشیت سے' رجا ومحبت سے اور علم وفہم سے رو پڑتے ہیں اور

سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ جب کہ کفار شور کرتے ہیں اور کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں۔ تیسرے اہل ایمان سماع قرآن کے وقت ادب و تواضع اختیار کرتے ہیں، جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت مبارکہ تھی، جس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور ان کے دل اللہ کی طرف جھک جاتے تھے۔ (ابن کثیر)

تلاوتِ قرآن کے آداب

قرآن کریم کی یہ اثر انگیزی کو مخصوص آداب کی مرہون منت نہیں تھی، بلکہ یہ اس کی اپنی شان کا اور اس صفت جذب و انجذاب کا نتیجہ تھا جو ان لوگوں کے دلوں میں ودیعت ہوتی ہے جن کی قسمت میں حق کا قبول کرنا لکھا ہوتا ہے۔ تاہم اہل ایمان کو حکم ہے کہ وہ تلاوت کرتے وقت حق تلاوت ادا کریں تا کہ وہ قرآن کے مواعظ و عبر، قصص و امثال اور انذار و تبشیر سے زیادہ فیض یاب ہوں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی صفت بیان فرمائی: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ (البقرہ:۲/۱۲۱)

"وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی، وہ اس کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔"

تلاوت کا یہ حق وہ کس طرح ادا کرتے ہیں۔ اس کے کئی مطلب بیان کیے گئے ہیں، مثلاً:

- وہ کتاب الٰہی کو خوب توجہ اور غور سے پڑھتے ہیں، جنت کا ذکر آتا ہے تو جنت کا سوال کرتے اور جہنم کا ذکر آتا ہے، تو اس سے پناہ مانگتے ہیں۔
- اس کے حلال کو حلال، حرام کو حرام سمجھتے اور کلام الٰہی میں تحریف نہیں کرتے (جیسے اہل زیغ و ضلال کا شعار ہے)
- اس کی محکم باتوں پر عمل کرتے، متشابہات پر ایمان رکھتے اور جو باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، وہ علماء سے حل کرواتے ہیں۔
- اس کی ایک ایک بات پر عمل کرتے، اپنی طرف سے دین میں اضافہ نہیں کرتے۔ (فتح القدیر للشوکانی)
- واقعہ یہ ہے کہ حق تلاوت میں یہ سارے ہی مفہوم داخل ہیں اور ہدایت ایسے ہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو مذکورہ باتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

گویا قرآن کا سب سے بڑا ادب مذکورہ باتوں کا اہتمام اور ان کے برعکس رویہ سب سے بڑی بے ادبی ہے۔ بہر حال چند اور آداب جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوتے ہیں، درج ذیل ہیں:

آغاز میں "تعوذ" یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھا جائے۔ جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے۔

(النحل:٦ ١/٩٨)

سورۂ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع کرنے سے پہلے ''بسملہ'' یعنی بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھی جائے۔

مومن ہر وقت پاک ہی ہوتا ہے' اس لئے ہر حالت میں مومن مرد اور عورت اور بچے قرآن کی تلاوت کر سکتے ہیں' چاہے بے وضو ہوں یا باوضو۔ باوضو ہونا بہتر ہے۔ لیکن یہ لازمی شرط نہیں' جیسا کہ بعض علماء کہتے ہیں۔ بلکہ چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر حالت میں قرآن پڑھا جا سکتا ہے' صرف ناپاک جگہوں میں پڑھنے سے اجتناب ضروری ہے۔ (اس کی تفصیل تفسیر احسن البیان میں سورۃ الواقعہ:۹/۵٦ ۷ کے حاشیے میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے)

قرآن کریم ترتیل اور تجوید سے پڑھا جائے۔ ترتیل کا مطلب ہے آہستہ آہستہ' ٹھہر ٹھہر کر آرام سے پڑھنا اور تجوید کا مطلب ہے' تجوید کے اصول وضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھنا' یعنی زیر' زبر' پیش کو کس طرح پڑھنا ہے' الف' واؤ وغیرہ حروف کو کیسے پڑھنا ہے' کئی لوگ زبر کو کھینچ کر الف اور الف کو بغیر کھینچے زبر کی طرح پڑھتے ہیں' ھا کو حا اور حا کو ھا پڑھتے ہیں' علاوہ ازیں اس طرح کی اور کئی موٹی موٹی غلطیاں کرتے ہیں۔ اس قسم کی غلطیوں سے معنی کچھ کے کچھ بن جاتے ہیں۔ اس لئے معتبر استاذ سے قرآن کریم کا لہجہ اور تلفظ ضرور درست کرلیا جائے۔ تھوڑی سی محنت اور توجہ سے مذکورہ غلطیوں سے بچا جا سکتا ہے اور ان غلطیوں سے ضرور بچنا چاہیے۔

حسن صوت کا اہتمام کیا جائے: نبی ﷺ کا فرمان ہے: «زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا» (صحيح الجامع الصغير' ح:٣٥٨١)

''قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ سنوارو' اس لئے کہ خوب صورت آواز قرآن کے حسن کو بڑھا دیتی ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ» (صحيح البخاري' التوحيد' باب قول الله تعالىٰ (واسروا قولكم اواجهروا به...... الآية)' ح:٧٥٢٧' سنن أبي داود' الوتر' باب كيف يستحب الترتيل في القراءة' ح:١٤٦٩)

''وہ شخص ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں جو قرآن کو غناء کے ساتھ نہیں پڑھتا۔''

''ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں'' کا مطلب ہے' ہمارے طریقے اور سنت پر نہیں اور غناء کے ساتھ پڑھنے کا مطلب' گانے کی طرح تکلف اور تصنع سے پڑھنا نہیں ہے' جیسے آج کل بہت سے قاری بالخصوص مصر کے بعض قراء پڑھتے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب تجوید وحسن صوت کے ساتھ ایسے سوز سے پڑھنا ہے جس سے رقت طاری ہو۔ اس میں بھی گویا خوش آوازی اور سوز ہی سے قرآن پڑھنے کی ترغیب ہے' تاہم یہ ضروری ہے

کہ حرفوں کی ادائیگی اس طرح ہو کہ اس میں کمی بیشی نہ ہو۔

آج کل ہمارے دن کا آغاز اخبار پڑھنے یا ٹی وی پر خبر سننے سے ہوتا ہے۔ اس معمول کو بدلنے کی شدید ضرورت ہے' ایک مسلمان کے یومیہ معمولات کا آغاز نماز فجر اور تلاوت کلام پاک سے ہونا چاہیے۔ روزانہ صبح سب سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے' اس کے لئے جتنا وقت وہ نکال سکے' نکالے۔ تاہم قرآن کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ زیادہ پڑھنے کا شوق رکھنے والا' ایک دن میں زیادہ سے زیادہ دس پارے پڑھے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (فتح الباري' فضائل القرآن' باب في كم يقرأ القرآن: ۹/ ۱۲۱' طبع دار السلام)

قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت' اس کے معانی و مطالب پر بھی غور و تدبر کرے' تا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی جلالت و عظمت کا نقش قائم ہو اور اس پر خوف و رقت کی کیفیت طاری ہو۔ حدیث میں آتا ہے' نبی ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ' انہوں نے کہا' اللہ کے رسول آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے' کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں۔ آپ نے فرمایا' ہاں میں اپنے علاوہ کسی سے سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے سورۂ نساء سنانی شروع کی' جب وہ آیت: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴾ (النساء: ۴/ ۴۱) پر پہنچے' تو حضور ﷺ نے انہیں فرمایا' بس کر۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے قرأت بند کر کے حضور ﷺ کی طرف دیکھا' تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (**يستحب البكاء مع القراءة وعندها' وطريق تحصيله أن يحضر قلبه الحزن والخوف بتأمل ما فيه من التهديد والوعيد الشديد والوثائق والعهود ثم ينظر تقصيره في ذلك' فإن لم يحضره حزن فليبك على فقد ذلك وانه من اعظم المصائب**) (فتح الباري' فضائل القرآن' باب البكاء عند قراءة القرآن: ۹/ ۱۲۳' طبع دار السلام' الرياض)

> "قرآن پڑھتے اور سنتے ہوئے رونا مستحب (پسندیدہ) ہے اور اس رونے کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اس قرآن میں' اللہ کے بیان کردہ تہدید' سخت وعید اور اس کے عہد و میثاق پر غور کر کے' اپنے دل میں خوف و حزن کو حاضر کرے' پھر اپنی ان تقصیروں کو دیکھے جو ان کی بابت اس سے ہوئیں۔ اگر خوف و حزن کی کیفیت پیدا نہ ہو' تو اس کے فقدان پر روئے کہ یہ بھی ایک عظیم آفت ہے۔"

قرآن کریم کا جتنا حصہ کسی کو یاد ہو' وہ اسے دہراتا اور پابندی سے پڑھتا رہے تا کہ وہ یاد رہے اور اسے

بھول نہ جائے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر مسلمان کو ضرور یاد کرنا اور یاد رکھنا چاہیے' تا کہ وہ نمازوں میں اور قیام اللیل (نماز تہجد) میں پڑھ سکے۔ قرآن مجید کے یاد شدہ حصوں کی یہ حفاظت اس لئے ضروری ہے کہ نسیان پر جو سخت وعید ہے' انسان اس سے بچ جائے۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ کا فرمان ہے: «إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ' إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ» (صحيح البخاري' فضائل القرآن' باب استذكار القرآن و تعاهده' ح:٥٠٣١)

''صاحب قرآن کی مثال (قرآن کے یاد رکھنے میں) اونٹوں والے کی سی ہے جو رسی سے بندھے ہوئے ہوں۔ اگر وہ اونٹوں کی حفاظت و نگرانی کرے (اور انہیں باندھ کر رکھے) تو وہ ان کی حفاظت میں کامیاب رہے گا اور اگر وہ رسی سے باندھے بغیر ان کو چھوڑ دے گا' تو وہ بھاگ جائیں گے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے: «تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِّنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا» (صحيح البخاري' فضائل القرآن' باب استذكار القرآن و تعاهده' ح:٥٠٣٣)

''قرآن کی حفاظت کرو' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' یہ قرآن (سینوں سے) اس طرح تیزی سے نکل جاتا ہے کہ اتنی تیزی سے اونٹ بھی رسیاں تڑا کر نہیں بھاگتے۔''

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہے کہ پابندی سے قرآن کی تلاوت نہایت ضروری ہے تا کہ یاد شدہ حصے یاد رہیں' علاوہ ازیں پابندی سے قرآن پڑھنے کی صورت میں غیر حافظ بھی قرآن روانی سے پڑھ لیتا ہے' ورنہ کبھی کبھی پڑھنے والے کے لہجے میں روانی اور سلاست نہیں آتی۔ اس لئے پابندی سے قرآن کی تلاوت حافظ اور غیر حافظ دونوں کے لئے یکساں مفید اور ضروری ہے۔

فہم و تدبّر اور عمل کرنے کی ضرورت

قرآن کریم کی تلاوت بجائے خود اجر و ثواب کا باعث ہے' چاہے پڑھنے والا اس کے معانی و مطالب کو سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ہر پڑھنے والے کو ملیں گی' جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ تاہم یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ وہ ہر پڑھنے والے کو اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ لیکن بغیر سمجھے پڑھنے سے ثواب تو یقیناً مل جائے گا' لیکن قرآن کے نزول کا جو اصل مقصد ہے' وہ اسے حاصل نہیں ہوگا۔ وہ مقصد کیا ہے؟ ہدایت اور روشنی' یہ تو صرف اسے ہی ملے گی جو قرآن کو سمجھنے کی اور اس کے معانی و مطالب سے

آ گاہی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ آج اس قرآن کے پڑھنے والے تو لاکھوں نہیں، کروڑوں کی تعداد میں ہیں، لیکن اس میں بیان کردہ اصول وضوابط اور تعلیمات و ہدایات کو سمجھنے والے کتنے ہیں؟ تھوڑے' بالکل تھوڑے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴾ (القمر: ١٧/٥٤)

''ہم نے قرآن کو آسان کیا ہے نصیحت حاصل کرنے کے لئے' کیا پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔''

اور یہ واقعہ ہے کہ گو قرآن کریم اعجاز و بلاغت اور نظم و معانی کے مشکلات واسرار کے اعتبار سے دنیا کی عظیم ترین کتاب ہے جس کے دقائق و غوامض کی نقاب کشائی کے لئے مختلف انداز سے توضیح و تفسیر کا ایک ناقابل متناہی سلسلہ چودہ صدیوں سے قائم ہے' مگر اس کے عجائب و غرائب ختم ہونے میں نہیں آتے۔ لیکن اس کے باوجود عمل کی حد تک یہ آسان ترین کتاب بھی ہے۔ اس سے ہر شخص علم بدیع و بلاغت کی کتابیں پڑھے اور صرف ونحو کے قواعد جانے بغیر بھی ہدایت و رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ بھی قرآن کا ایک اعجاز ہی ہے کہ علمی طور پر مشکل ترین ہونے کے باوصف عمل کے لئے یہ آسان ترین بھی ہے۔ بنا بریں ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کو محض تبرک کے طور پر ہی نہ پڑھا کرے' بلکہ اسے سمجھنے کی بھی کوشش کیا کرے' تاکہ وہ اس کے اصل مقصد نزول...... ہدایت...... کو بھی حاصل کر سکے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم پر تدبر اور اسے سمجھنے سے اصل مقصد اللہ کی مرضی و منشا معلوم کر کے اس پر عمل کرنا ہو' نہ کہ محض اس کے لطائف و دقائق اور اس کے اسرار و غوامض سے واقفیت حاصل کرنا۔ کیونکہ یہ واقفیت تو عربوں کو حاصل ہے' ان کی زبان عربی ہے اور اس بنا پر وہ قرآن کے مطالب و معانی سے ناآشنا نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا عمل قرآن پر نہیں ہے' اس لئے دیگر مسلمانوں کی طرح وہ بھی دنیا میں مغلوب ہی ہیں۔ ۳۰ لاکھ یہودی گیارہ کروڑ عربوں پر حاوی ہیں۔ یہ قرآن سے اعراض و گریز کی وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس دنیا ہی میں دے رہا ہے۔ اس لئے قرآن کو سمجھ لینا ہی کافی نہیں ہے' اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور جب تک مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی قرآن کے سانچے میں نہیں ڈھلے گی' ان کے شب و روز کے معمولات قرآنی ہدایات کے تابع نہیں ہوں گے اور مسلمان قرآن کو اپنا رہنمائے زندگی تسلیم نہیں کریں گے' ان کی ذلت و ادبار کا یہ دور ختم نہیں ہوگا' ان کی مشکلات کم نہیں ہوں گی اور ان کی وہ عظمت رفتہ بحال نہیں ہوگی جس کے وہ خواہش مند ہیں اور جس سے قرون اولیٰ کے مسلمان بہرہ یاب تھے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا تھا:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اسلوبِ تفسیر

یہ جان لیجیے کہ میرا طریق تفسیر یہ ہے کہ ہر آیت کا جو مفہوم میرے ذہن میں آتا ہے، میں اسے پیش کر دیتا ہوں اور جب وہی آیت دوبارہ سامنے آتی ہے تو میں اپنے پہلے پیش کردہ مفہوم اور نکات کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ (اس موقع کی مناسبت سے) نئے پہلوؤں کا اضافہ کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ایک خصوصیت ''مثانی'' بھی بیان فرمائی ہے۔ یعنی اس میں قصص، احکام اور اقوام عالم کے عبرت آموز واقعات کا بار بار بیان ہوتا ہے۔ ان عظیم حکمتوں کی وجہ سے یہ تمام مقامات مفید اور نافع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ہر جگہ غور وفکر کی دعوت دی ہے کیونکہ اس میں علوم ومعارف اور ظاہر و باطن کی درستی اور تمام معاملات کی اصلاح بھی موجود ہے۔ (مؤلف)